خطبات کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد العلماء سیّد علی نقی نقوی طاب ثراہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ علیٰ سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآئِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اَبِی الۡقَاسِمِ محمّد خاتم النَّبِیِّیۡنَ وَ اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاہِرِیۡنَ۔

خَطَابَہ اور خُطبہ

منبر وغیرہ پر یا کھڑے ہو کر نثر میں جو کلام بغیر کسی خاص مخاطب کو پیش نظر رکھے ہوئے کیا جائے اسے عربی زبان میں خطبہ کہتے ہیں۔ غالباً ہماری اردو زبان میں تقریر کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اس کلام کے کرنے کو عربی میں ''خطابت'' کہتے ہیں جو بفتح خاء ہے۔ عام طور پر لوگ کسرہ کے ساتھ بولتے ہیں مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ خطبہ کی لفظ کبھی اس مفہوم مصدری کیلئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ ورنہ ہے وہ حاصل مصدر یعنی اس فعل کے انجام دینے سے جو شئے عالم وجود میں آئی وہ خطبہ ہے اور اس شخص کو جو یہ کام اچھی طرح انجام دیتا ہو ''خطیب'' کہتے ہیں۔ (قاموس اللغۃ)

عرب اور فن خطابت

خطابت کے ضروری اجزا ہیں بلاغت اور قوت خیال اور عرب میں یہ دونوں عنصر جس کمال کے ساتھ تھے، وہ ان کی شاعری سے ظاہر ہی ہے بلکہ ان کا قومی نام عرب خود ہی ان کی قوت تکلم کا ترجمان ہے۔ پھر شاعری میں بلاغت کا طریق عمل بعض اوقات رقیق جذبات کے اظہار کی طرف مائل ہو جاتا ہے جن میں انفرادی تاثرات یا بعض نقادوں کی زبان میں محض داخلیت ہوتی ہے مگر خطابت کا تعلق ایک جماعت کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے اس میں بلند آہنگی اور اقدام پسندی اور تاثیر کا عنصر زیادہ کارفرما ہوتا ہے اس لیے وہ قومیں خطابت میں پیچھے ہوتی ہیں جنھیں اقدام کے مواقع نصیب نہیں ہوتے اور جذبات میں تحریک کا کوئی تقاضا نہیں ہوتا لیکن عرب قوم میں ان کے ماحول اور آب و ہوا کی تاثیر نے آزادی، بلند ہمتی اور شدت احساس کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اس لیے بلاغت ان کے نفوس میں ایک عجیب برقی رَو پیدا کرتی تھی۔ چند مختصر جملے جو شرائط بلاغیت کے ساتھ کسی خطیب کی زبان سے نکل جاتے تھے ایک بڑی سے بڑی جماعت کو اٹھا دیتے اور بٹھا دیتے تھے۔ پھر ان میں جو باہمی نزاعیں اور خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں اور جو قبائلی تصادم ہوتے تھے ان میں خطابت کے استعمال کے مواقع زیادہ سے زیادہ ملتے تھے یہ خطبے اکثر موقع و محل کے تقاضوں سے کمانوں کو زمین پر ٹیک کر اور نیزوں یا تلواروں سے اشارے کر کر کے پڑھے جاتے تھے اور کبھی خطیب اپنے مرکب پر سوار ہو کر تقریر کرتا تھا۔ (البیان والتبیین جاحظ، ج ۱ ص ۱۳۹ و ج ۲ ص ۲۲)

چونکہ شاعری اور خطابت کے بہت سے اہم عناصر مشترک ہیں اس لیے زیادہ تر شعراء خطیب اور زیادہ تر خطباء شاعر ہوتے تھے اور جس قبیلہ میں شاعر اچھے ہوتے تھے اس میں خطیب بھی اچھے پیدا ہوتے تھے پھر بھی شاعری اور خطابت میں باعتبارِ جاہلیت و اسلام فرق نظر آتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں شاعری خطابت پر مقدم تھی اس لئے کہ خطابت کا تعلق اجتماعی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے اور جاہلیت میں تمدنی دائرے عرب کے بہت محدود تھے لیکن اسلام میں خطیب کا درجہ شاعر سے مقدم ہو گیا۔

(تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جرجی زیدان مسیحی جلد ۱ ص ۱۶۴، ۱۹۵)

بات یہ ہے کہ اسلام نے شخصی عیش کو اجتماعیت کے دریا میں فنا ہو جانے کی عشرت میں تبدیل کر دیا تھا اس لئے یہاں وعظ وارشاد، تحریک جہاد، تنظیم اعمال، انہی چیزوں کا دور دورہ تھا اور یہ کوئی بات بغیر خطابت کے نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے پیغمبر اسلامؐ جب کہ قدرت کی جانب سے شاعری سے اس درجہ الگ رکھے گئے کہ اعلان ہوگیا۔ **وما علمناہ الشعر** پھر بھی خطابت میں آپ کا مقام نہایت بلند ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اگر چہ کبھی رجز وغیرہ کے موقع پر اشعار نظم فرمائے مگر آپ کے کلام کا کوئی مستند مجموعہ تک راویان اخبار اور علمائے سلف کا جمع کیا ہوا ہمارے ہاتھ میں موجود نہیں ہے مگر خطبے آپ کے اس وقت تک وہ ہیں جو تواریخ کے صفحات پر زریں حروف میں الگ نمایاں ہیں اور نہج البلاغہ اور دستور معالم الحکم وغیرہ مستقل کتابوں کی شکل میں علیٰحدہ موجود ہیں اور ایک دنیا سے خراج عقیدت حاصل کرتے ہیں۔

محرّکات خطابت کے لحاظ سے کربلا کے موقع کی اہمیّت

۱۰ محرم ۶۱ھ کو واقع ہونے والا واقعۂ کربلا جس کے سلسلہ کی قریبی کڑیاں رجب ۶۰ھ سے شروع ہوئی تھیں اس میں جتنے خطابت کے محرکات جمع تھے اتنے دنیا کی تاریخ میں کہیں مشکل سے نظر آسکتے ہیں۔

یہ ایک عظیم الشان حق و باطل کا مقابلہ تھا۔ مادیت وروحانیت کا لافانی تصادم تھا۔ ایک انتہائی قلیل التعداد جماعت کے عزم و ہمت، ولولۂ وامنگ کے اس مظاہرہ کا ہنگام تھا جو اسے اپنے سے بدرجہا زیادہ کثرت اور مشکلات و مصائب کے سیلاب کے مقابلہ میں پر استقلال اور باعمل رکھ سکے اور حق سے بے خبر یا تعصب برتنے والے دشمن گروہ کے سامنے اظہارِ حقیقت اور اتمام حجت کی وہ کوشش تھی جو اس کی غلط کرداری میں معذرت یا تاویل کا کوئی پہلو باقی نہ رکھے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے سامنے اس غیر متوازن مقابلہ کے اسباب کو پیش کر دینا تھا جو آئندہ تاریخ کے لئے حق شناسی اور معاملہ فہمی کا سرمایہ بن سکیں۔

یہ تمام مقاصد خطبوں ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتے تھے اور اس لیے کربلا سے متعلق خطبوں کو صرف ادبی حیثیت سے اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ فلسفۂ شہادت حسینؑ کے سمجھانے میں بھی ان کا بڑا دخل ہے۔

واقعۂ کربلا کے تمہیدی واقعات سے متعلق سب سے پہلا خطبہ

جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت امام حسینؑ نے مدینۂ منورہ سے روانگی کے وقت کوئی خطبہ ارشاد نہیں فرمایا اور نہ اس کا موقع تھا، اسی طرح مکۂ معظّمہ پہنچنے کے بعد بھی کوئی خطبہ حضرتؑ کا نہیں ملتا اس لیے کہ آپ کی حیثیت مکۂ معظّمہ کے قیام میں صرف ایک پناہ گزیں کی تھی۔ حکومت یزید کے خلاف کسی تنظیم یا تحریک کی مہم آپ کے سامنے نہ تھی۔ ہاں آپ کے مکۂ معظّمہ میں قیام کی اطلاع جب کوفہ میں ہوئی تو اہل کوفہ میں حرکت پیدا ہوئی اور سلیمان بن صُرَد خزاعی (۱) کے مکان پر اجتماع ہوا اس موقع پر جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کیا لفاظ یہ ہیں:-

وبلغ اهل الكوفة هلاک معاوية فارجفوا بيزيد وعرفو خبر الحسين عليه السلام و امتناعه من بيعته و ما كان من امر ابن الزبير في ذلک و خروجهما الى مكة فاجتمعت الشيعة بالكوفة فی منزل سليمان بن صرد الخزاعی فذكر واهلاک معاوية فحمدوالله واثنوا عليه فقال سليمان (۲) بن صرد ان معاوية قد هلک وان حسينا۔

قد تقبض على القوم ببيعتهو قد خرج الى مكة وانتم شيعته و شيعة ابيه فان كنتم تعلمون انكم

(۱) سلیمان اصحاب رسولؐ میں سے تھے، پھر امیر المومنینؑ کے ساتھ جمل وصفین وغیرہ میں شریک جہاد رہے۔

(۲) طبری نے اس خطبہ کو اس سند سے نقل کیا ہے کہ: قال ابو مخنف فحدثنی الحجاج بن علی عن محمد بن بشر الهمدانی انه قال اجتمعت الشيعة فی منزل سليمن بن صرد فذكرنا هلاک معاوية فحمدنا الله عليه فقال لنا سليمان ان معاوية قد هلک الخ

ناصروه ومجاهدو عدوه فاکتبوا الیه وان خفتم الفشل[1] والوهن فلا تغروا الرّجل فی نفسه قالوا لا بل نقاتل عدوه ونقتل انفسنا دونه قال فاکتبوا الیه فکتبوا الیہ۔

اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کا حال معلوم ہوا تو یزید کے افعال واعمال کا چرچا ہونے لگا اور امام حسینؑ اور آپ کے بیعت یزید سے انکار اور ابن زبیر کے واقعات اور ان دونوں کے مکہ کی طرف جانے کے حالات بھی معلوم ہوئے تو کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور ان لوگوں نے معاویہ کی ہلاکت کا ذکر کیا اور شکر خدا ادا کیا۔۔۔۔

اس موقع پر سلیمان بن صرد خزاعیؒ نے کہا کہ معاویہ کی ہلاکت ہوگئی اور حضرت امام حسینؑ نے بیعت سے انکار کیا ہے اور مکہ معظّمہ چلے گئے ہیں اور تم لوگ ان کے اور ان کے پدرِ بزرگوار کے شیعہ ہو۔ اب اگر تم یقین کے ساتھ سمجھتے ہو کہ ان کی مدد کروگے اور ان کے دشمنوں سے جنگ کروگے تو انھیں خط لکھو اور اگر سستی اور کمزوری کا اندیشہ محسوس کرو تو دیکھو خبردار دھوکا دے کر ان کی جان کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ سب نے کہا نہیں بلکہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور ان کے سامنے اپنی جان نثار کریں گے۔ کہا تو پھر خط لکھو چنانچہ خط لکھا گیا۔

سیاق کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مجمع میں سلیمان سے پہلے کچھ اور مقررین نے اظہار خیالات کیا تھا اور اس کے بعد سلیمان نے یہ دور اندیشی کی تقریر کی تھی مگر افسوس ہے کہ پہلے مقررین کے اسماء اور ان کے خطبے ہم تک نہیں پہنچ سکے۔ اس لئے جہاں تک ہمارے دسترس کا تعلق ہے سلیمان ہی کے الفاظ کو اس سلسلہ کا پہلا خطبہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ سلیمان کا پورا خطبہ نہیں بلکہ اس کا ایک خلاصہ ہے جو ہم تک پہنچ سکا ہے۔

عابس شاکری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر

جب حضرت سید الشہداءؑ نے اپنے چچازاد بھائی مسلمؑ بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ کیا اور وہ کوفہ پہنچے، اس موقع کے حالات میں طبری نے لکھا ہے:

اقبل مسلم حتی دخل الکوفة فنزل دار المختار بن ابی عبیدة وھی التی تدعی الیوم بدار مسلم بن المسیب واقبلت الشیعة تختلف الیه فلما اجتمعت علیه جماعة منهم قرأ علیھم کتاب حسین فاخذوا یبکون فقام عابس بن ابی شبیب الشاکری فحمد اللّٰہ واثنیٰ علیه ثم قال اما بعد فانی لا اخبرک عن الناس ولا اعلم ما فی انفسھم ولا اغرّک منھم واللّٰہ احدثک عما انا مرطن نفسی علیه واللّٰہ لا جیبنّکم اذا دعوتم ولا قاتلن معکم عدوّکم ولا ضربن بسیفی دونکم۔۔۔۔ القی اللّٰہ ارید بذلک الاّ ما عنداللّٰہ۔

مسلم نے کوفہ میں پہنچ کر مختار بن ابی عبیدہ کے مکان میں جو آج کل خانۂ مسلم بن مسیب کے نام سے مشہور ہے قیام کیا اور شیعہ لوگ ان کے پاس آنے جانے لگے۔ جب ایک کافی جماعت ان کے پاس جمع ہوگئی تو انھوں نے ان کے سامنے حضرت امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا، سب لوگ رونے لگے۔ اس وقت عابس بن ابی شبیب شاکری کھڑے ہوئے اور انھوں نے حمد و ثنائے الٰہی ادا کی۔ پھر کہا ''صاف بات یہ ہے کہ میں آپ کو ان لوگوں کے متعلق کچھ بتانا نہیں چاہتا اور نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور ان کے متعلق آپ کو دھوکا دینا پسند نہیں کرتا۔ ہاں بخدا جو کچھ میں نے اپنے دل میں ٹھان رکھا ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ بخدا جب آپ لوگ بلائیں گے تو میں فوراً لبیک کہوں گا اور آپ کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا اور آپ حضرات کے سامنے اپنی تلوار سے آخر دم تک حرب وضرب کروں گا جس سے میری نیت صرف اللہ کی خوشنودی کی ہوگی اور کچھ نہیں۔

اگرچہ ان الفاظ سے تخاطب بظاہر جناب مسلم کی طرف

[1] طبری میں ہے: وان خفتم الوھن والفشل فلا تغروا الرجل من نفسه۔

ہے۔اس لحاظ سے اسے خطابت نہیں بلکہ مکالمات میں داخل ہونا چاہئے مگر اس کے پیش ہونے کا انداز، کھڑا ہونا، حمد وثنا ادا کرنا اور پھر اس کا پس منظر اور مضمون یہ بتاتا ہے کہ اس میں اس مناسبت سے کہ جناب مسلم نے حضرت امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا تھا اگر چہ مخاطب جناب مسلم ہیں مگر مقصود اس سے تمام مجمع کو متاثر کرنا اور ایک طرف ان کے خالی خولی گریہ وبکا کی بے وقعتی ظاہر کرنا اور دوسری طرف اپنے عزم وارادہ کی اطلاع دے کر انہیں اپنے اپنے دل کی گہرائیوں میں جائزہ لینے کی طرف متوجہ کرنا مطلوب ہے اور اس لیے ان کے الفاظ کو ایک خطبہ ہی کی حیثیت دینا درست معلوم ہوتا ہے۔

حبیب بن مظاہرؒ کی تقریر

اسی جلسہ میں عابس بن ابی شبیب شاکری کے بعد طبری کا بیان ہے:

فقام حبیب بن مظاهر الفقعسی فقال رحمک اللّٰہ فقد قضیت مافی نفسک بواجز من قولک ثم قال وانا واللّٰہ الّذی لا الٰہ الا ھو علیٰ مثل ماھٰذا علیه۔

حبیب ابن مظاہر کھڑے ہوئے اور کہا خدا کی رحمت تم پر، تم نے اپنے دل کی بات بڑے مختصر الفاظ میں ادا کر دی۔ پھر کہا قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں میں بھی یہی ارادہ رکھتا ہوں جو ان کا ارادہ ہے۔

سعید بن عبداللّٰہ حنفیؒ کی تقریر

حبیب ابن مظاہر کی تقریر کے بعد طبری نے لکھا ہے:

ثمّ قال الحنفی مثل ذلک۔

''پھر (سعید بن عبداللہ) حنفی نے ایسا ہی کہا۔''

''ایسا ہی'' کے معنی وہی الفاظ تو نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ایسی تقریر کہ جس کا مضمون وہی تھا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان کے اصل الفاظ ہم تک نہیں پہنچ سکے کہ وہ کیا تھے۔

یہ تینوں تقریریں جس سچائی کے ساتھ ہوئی تھیں اس پر کربلا میں ان بہادروں کے خون سے مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔

دربار دشمن میں ایک مختصر مگر معرکہ آرا خطبہ

یہ خطبہ ہی نہیں بلکہ ایک جرأت آمیز اقدام تھا جس کے خطیب نے انتہائی نازک اور ہیبت ناک ماحول میں اپنے اس خطبہ سے جہاد حسینی میں وہ امکانی شرکت کی ہے جو تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتی ہے۔

یہ خطیب قیس بن مسہر صیداوی ہیں جنہیں حضرت امام حسینؑ نے مکۂ معظّمہ سے عراق کی طرف روانگی کے بعد بطن الرمہ کے مقام حاجز سے اہل کوفہ کے نام خط دے کر بھیجا تھا۔ وہاں صورت حال یہ تھی کہ مسلم بن عقیل شہید ہو چکے تھے اور ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کی ناکہ بندی ہوگئی تھی اور اسی ذیل میں قادسیہ کے ناکے پر حصین بن تمیم ہزاروں کا لشکر لئے ہوئے تعینات تھا۔

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں اور طبری کی روایت بھی اس سے متفق ہے:

فاقبل قیس بن مسهر الی الکوفة بکتاب الحسین حتی اذا انتهی الی القادسیة اخذ الحصین بن نمیر فبعث به الی عبیداللّٰہ ابن زیاد فقال له عبیداللّٰہ ابن زیاد اصعد[1] فسبّ الحسین ابن علی فصعد قیس فحمداللّٰہ[2] واثنیٰ علیه ثم قال ایها الناس ان هٰذا الحسین ابن علی خیر خلق اللّٰہ ابن فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وانا رسوله الیکم فاجیبوه ثم لعن عبیداللّٰہ بن زیاد واباه واستغفر لعلی بن ابی طالب واثنیٰ علیه فامر به عبیداللّٰہ ان یرمی به من فوق القصر فرمی به فتقطع وروی انه وقع علی الارض مکتوفا فتکسرت عظامه وبقی به رمق فجاء رجل یقال له عبدالملک بن عمیر اللحمی فذبحه فقیل فی ذلک وعیب علیه

(۱) طبری کی روایت میں اصعد القصر ہے۔
(۲) طبری کی روایت میں حمد وثنائے الٰہی کا ذکر نہیں ہے۔

فقال اردت ان اریحہ۔ (ارشاد)

قیس بن مسہر امام حسینؑ کا خط لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر نے انھیں گرفتار کرلیا اور انھیں عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ چڑھو اور حسین بن علی کو برا کہو۔ یہ سن کر قیس چڑھے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ اے لوگو تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ حسین بن علیؑ خلق خدا میں سب سے بہتر، فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کے فرزند ہیں اور میں ان کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا ہوا آیا ہوں تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کے لئے روانہ ہوجاؤ، اس کے بعد انھوں نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علی بن ابی طالبؑ پر درود بھیجا اور آپ کی توصیف وثناء کی فوراً ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں قصر کے کوٹھے سے نیچے گرا دیا جائے۔ وہ گرا دیئے گئے اور ان کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ اس حال میں زمین پر گرے کہ ان کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں تو ان کی ہڈیاں شکستہ ہوگئیں۔ مگر ان میں رمقِ جان باقی تھی تو ایک شخص جس کا نام عبدالملک بن عمیر لحمی تھا بڑھا اور اس نے انہیں ذبح کر دیا۔ جب اس بارے میں اسے برا کہا گیا تو اس نے کہا میں نے تو چاہا کہ انہیں تکلیف سے چھٹکارا دلا دوں۔

اس خطبہ کی اگر شرح کی جائے تو کافی طوالانی ہوگی۔ قیس کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ جانتے تھے کہ اس خطبہ کے ختم ہونے سے پہلے ان کی زندگی کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اس لئے وہ اس مختصر وقفہ میں وہ سب کچھ کہہ دینا چاہتے تھے۔ جو انہیں کہنا تھا۔ اس لئے ابن زیاد کی اس فرمائش پر کہ اوپر جاکر حسینؑ بن علیؑ کو برا کہو، انہوں نے ایک لمحہ بھی توقف نہیں کیا، جس سے ابن زیاد کو یہ سمجھنے کی کافی وجہ تھی کہ ماحول کی ہیبت نے قیس کو اپنی جان کی خیر منانے پر آمادہ کر دیا ہے اور وہ اب اپنے تحفظ جان کے لئے وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہیں جو میں کہوں۔ بلندی پر جانے کے بعد انھوں نے ابن زیاد کی مذمت یا امیرالمومنینؑ کی منقبت کو مقدم نہیں رکھا کیونکہ پھر ان کا اصل مقصد رہ جاتا۔ انہوں نے شدید قلبی اضطراب کے باوجود اپنی تقریر کو متوازن اور مطمئن حالات کے عام تقاضوں کے مطابق حمد و ثنائے الٰہی سے شروع کیا جس سے ابن زیاد کچھ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس کے بعد کیا کہیں گے۔ پھر انہوں نے آغاز مقصد **ایھا الناس ان ھٰذا الحسین بن علی**علیہ السلام کے ساتھ کیا جس سے ابن زیاد اور تمام مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا کہ اب اس کے بعد حسین کا دوست اور حسینؑ کا قاصد وہ کچھ کہے گا جو حسینؑ کے دشمنوں کا دل چاہتا ہے مگر اس کے بعد (اگرچہ راویوں نے نہیں بتایا مگر یقینا) ان کے بیان کی رفتار تیز ہوگئی۔ انہوں نے رعد کی سی گرج اور بجلی کی سی تڑپ کے ساتھ حسینؑ کی رفعت ذاتی (**خیر خلق اللہ**) اور خصوصیت نسبی (**ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ**) اور اپنے منصب سفارت (**انا رسولہ الیکم**) اور اہل کوفہ کے فرض (**اجیبوا**) کا اعلان کیا اور اب اپنے سفر کے مقصد اور زندگی کے ماحصل کو پورا کر کے موت کو یقینی سمجھتے ہوئے اتنی دیر میں کہ جب تک جلاّد ان تک پہنچے مدح اور قدح کے ساتھ اپنے جذبات اور ضمیر دونوں کی تشنگی کے بجھانے کا سامان کیا اور اب ان کی زندگی کے ابن زباد کے لئے ناقابل برداشت ہونے کا یہ عالم تھا کہ قتل کے کسی ایسے فرمان کے بجائے جس میں کچھ دیر لگے مضطربانہ اور غیر فطری طریقہ ان کے قصر کے اوپر سے نیچے گرا دینے کے حکم کی صورت میں اختیار کرنا پڑا۔ یہ ہوگیا اور قیس کی اکھڑتی ہوئی سانسیں فخر کر رہی تھیں کہ ''شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم''۔

تاریخ طبری سے پتہ چلتا ہے کہ قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر حضرت کو حر سے ملاقات کے بعد پہنچی ہے کربلا کے بہت قریب منزل عذیب الہجانات پر جب کوفہ کے چار آدمی جو مجمع بن عبداللہ عائذی وغیرہ تھے نافع بن ہلال کا کوتل گھوڑا اپنے ساتھ لیے طرماح بن عدی کی رہنمائی میں کربلا پہنچے۔ طبری نے لکھا ہے:

قال لھم الحسین اخبرونی خبرالناس وراء کم فقال لہ مجمع بن عبداللہ العائذی وھم احد النفر الاربعۃ

الذین جاؤہ اماشراف الناس فقد اعظمت رشوتھم و ملئت غرائرھم یستمال و وذّھم و یستخلص بہ نصیحتھم فھم الب واحد علیک وامّا سائر الناس بعد فان افئدتھم تھوی الیک وسیوفھم غدا مشھورۃ علیک قال اخبرنی فھل لکم خبر برسولی الیکم قالوا من ھو قال قیس بن مسھر الصیداوی فقالوا نعم اخذہ الحصین بن نمیر فبعث بہ الیٰ ابن زیاد و امرہ ان بلعینک ویلعن اباک فصلّی علیک وعلیٰ ابیک ولعن ابن زیاد واباہ و دعا الیٰ نصرتک واخبرھم بقدومک فامر بہ ابن زیاد فالقی من طمار القصر فترقرقت عینا حسین علیہ السلام ولم یملک دمعہ ثم قال منھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلا اللّٰھم اجعل لنا ولھم الجنۃ نزلا واجمع بیننا وبینھم فی مستقرّ من رحمتک ورغائب مذخور ثوابک۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ذرا وہاں کے لوگوں کے حالات تو بتاؤ۔ مجمع بن عبداللہ عائذی نے جو ان چار آنے والے آدمیوں میں سے ایک تھے کہا کہ جو بڑے بڑے لوگ ہیں ان کو بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور ان کے جیبیں بھر دی گئی ہیں۔ اس طرح ان کو طرفدار بنالیا گیا ہے لٰہذا وہ سب آپ کے خلاف متفق ہیں۔ رہ گئے دوسرے لوگ ان کے دل تو آپ کی طرف جھکتے ہیں مگر تلواریں ان کی کل آپ کے خلاف ہی بلند ہوں گی، کہا: ''اچھا! کچھ تمھیں میرے قاصد کی بھی خبر ہے؟'' کہا: ''وہ کون؟'' فرمایا: ''قیس بن مسہر صیداوی'' کہا: ''جی ہاں۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ حصین نے ان کو گرفتار کرلیا اور انھیں ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ کی اور آپ کے والد بزرگوار کی شان میں کلمات نازیبا استعمال کریں مگر انھوں نے آپ اور آپ کے پدر بزرگوار پر درود بھیجا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کے آنے کی اطلاع دی اور انھیں آپ کی امداد کی طرف دعوت دی اس پر ابن زیاد نے حکم دیا اور وہ قصر کے اوپر سے نیچے پھینک دیئے گئے۔ یہ سن کر حضرت کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور حضرت گریہ فرمانے لگے۔ پھر قرآن کی آیت پڑھی (جس کا مضمون یہ ہے) کہ کچھ گزر گئے اور کچھ وقت کے منتظر ہیں اور ان سب نے اپنی بات کو بدلا نہیں پھر کہا خداوندا ان کے اور ہمارے لیے بہشت کو محلِ ضیافت قرار دے اور ہمارے اور ان کے درمیان اپنی قرارگاہ رحمت اور اپنے ذخیرہ کردہ ثواب کے مرکز میں یکجائی پیدا کردے۔

اسی سے ملتا ہوا عبداللہ بن یقطر کا واقعہ

قیس بن مسہر صیداوی کے واقعہ سے بہت مشابہ ایک واقعہ طبری نے عبداللہ بن یقطر کے متعلق لکھا ہے لیکن اس کا ذکر انھوں نے راہ کے واقعات میں اس منزل پر نہیں کیا ہے جہاں سے عبداللہ بن یقطر کو روانہ کیا ہے بلکہ اس منزل کے حالات میں ذکر کیا ہے جہاں ان کی خبر شہادت پہنچی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

حدثنی ابو علی الانصاری عن بکر بن مصعب المزنی قال کان الحسین لا یمرّ باھل ماء الا اتبعوہ حتی انتھیٰ الیٰ زبالۃ فسقط الیہ مقتل عبداللّٰہ بن یقطر وکان سرحہ الیٰ مسلم بن عقیل من الطریق وھو لا یدری انہ قد اصیب فتلقاہ خیل الحصین بن نمیر بالقادسیۃ فسرح بہ الیٰ عبیداللّٰہ بن زیاد فقال اصعد فوق القصر فالعن الکذّاب ابن الکذّاب ثمّ انزل حتی اریٰ فیک رأیی قال فصعد فلما اشرف علی النّاس قال ایّھا الناس انّی رسول الحسین ابن فاطمۃ ابن بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لتنصروہ و توازروہ علی ابن مرجانۃ ابن سمیۃ الدّعی فامر بہ عبیداللّٰہ فالقی من فوق القصر اِلی الارض فکسرت عظامہ وبقی بہ رمق فاتاہ رجل یقال لہ عبد الملک بن عمیر اللخمی فذبحہ فلما عیب ذٰلک علیہ قال انما اردت ان اریحہ قال ہشام حدثنا ابو بکر بن عیاش عمّن اخبرہ قال واللّٰہ ما ھو عبدالملک ابن

عمیر الذی قام الیہ فذبحہ ولٰکنّہ قام الیہ رجل جعد طوال یشبہ عبدالملک بن عمیر قال فاتیٰ ذٰلک الخبر حسینا وھو بزبالۃ فاخرج للنّاس کتابا فقرأ علیھم بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم اما بعد فانہ قد اتانا خبر فظیع قتل مسلم بن عقیل وھانی بن عروۃ وعبداللّٰہ بن یقطر وقد خذالتنا شیعتنا فمن احبّ منکم الا نصراف احبّ منکم الانصراف فلینصرف لیس علیہ منا ذمام۔

مجھ سے ابوعلی انصاری نے بیان کیا بکر بن مصعب مزنی کی زبانی، اس نے کہا کہ حسینؑ جس چشمہ کی طرف سے گزرتے تھے وہ لوگ آپ کے ساتھ ہوجاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ منزل زبالہ پر پہنچے تو آپ کو آپ کے برادر رضاعی عبداللہ ابن یقطر کے قتل کی خبر پہنچی۔ آپ نے انہیں مسلم بن عقیل کی طرف راستے سے بھیجا تھا جب کہ یہ معلوم نہ تھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ قادسیہ میں حصین بن نمیر کی فوج نے انھیں گرفتار کرلیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس نے کہا کہ قصر کے اوپر چڑھو اور ۔۔۔۔حسینؑ بن علیؑ پر (معاذ اللہ) لعنت کرو پھر اترو تو تمہارے بارے میں کچھ فیصلہ کروں گا۔ یہ سن کر وہ قصر کے اوپر گئے جب لوگوں کے سامنے پہنچے تو کہا: ''اے لوگو! میں دختر رسول خداؐ حضرت فاطمہؑ کے فرزند امام حسین علیہ السلام کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم ان کی مدد اور نصرت کرو، ابن مرجانہ کے خلاف جو سمیہ کی بے باپ کی اولاد ہے، یہ سننا تھا کہ عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا اور انھیں قصر کے اوپر سے زمین کی طرف پھینک دیا گیا جس سے ان کی ہڈیاں شکستہ ہوگئیں اور ان میں رمق جان باقی رہ گئی تو ایک شخص آیا جس کا نام عبدالملک ابن عمر لخمی تھا اس نے انھیں ذبح کیا تو جب لوگوں نے برا بھلا کہا تو اس نے کہا کہ میں نے تو چاہا کہ انھیں راحت دے دوں۔ ہشام کا بیان ہے کہ ہم سے ابوبکر بن عیاش نے ایک شخص کی زبانی بیان کیا، انھوں نے کہا وہ درحقیقت عبدالملک ابن عمیر لخمی نہ تھا جس نے اٹھ کر انھیں ذبح کیا بلکہ ایک دوسرا لمبے قد اور گھونگھر والے بالوں والا شخص تھا جو عبدالملک بن عمیر سے کچھ ملتا ہوا تھا۔ یہ خبر امامؑ کو اس وقت پہنچی جب آپ منزل زبالہ پر تھے۔ حضرت نے لوگوں کے سامنے ایک تحریر پڑھی جس میں لکھا تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم واضح ہو کہ ہم کو نہایت دردناک خبر پہنچی ہے اور وہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کے قتل ہونے کی اور یہ کہ ہمارے لوگوں نے ہم سے تعاون ترک کردیا لہٰذا جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہے وہ چلا جائے اس پر ہماری طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اس میں جہاں تک قادسیہ میں گرفتار ہونے، ابن زیاد کے پاس بھیجے جانے اس کی طرف سے قصر پر چڑھ کر امام حسینؑ کو برا کہنے کے حکم اور پھر قصر پر جا کر اس کی مرضی کے خلاف تقریر کرنے اور وہاں سے گرا دیئے جانے کا اصل واقعہ ہے وہ قیس بن مسہر کے واقعہ کے ساتھ اتنا یکساں ہے کہ انھیں دو مستقل واقعے ماننا مشکل ہوتا ہے اور اس لیے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے قیس بن مسہر صیداوی کے واقعہ ہی کو اصل قرار دیا ہے اور عبداللہ بن یقطر کے نام کو اس میں بطور ایک قول کے نقل کیا ہے۔ انھوں نے تحریر فرمایا ہے:-

ولمّا بلغ الحسین علیہ السلام الحاجر من بطن الرمۃ بعث قیس بن مسھر الصیداوی ویقال بل بعث اخاہ من الرضاعۃ عبداللّٰہ بن یقطر الی الکوفۃ۔

جب امام حسینؑ بطن رمہ کے مقام حاجر تک پہنچے تو قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ایک قول یہ ہے کہ انھیں نہیں بلکہ آپ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو روانہ کیا تھا۔

نیز آخر میں عبداللہ بن یقطر کے قتل کا یہ حال کہ عبدالملک بن عمیر لخمی نے ذبح کیا اور کہا کہ میں راحت دینا چاہتا تھا، انہوں نے قیس ہی کی شہادت کے حال میں ایک قول قرار دے کر نقل کر دیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اس صورت میں ایک شکل تو یہ ہے کہ ہم قیس بن مسہر کے

واقعہ کو اصل تسلیم کریں اور یہ سمجھیں کہ کسی وجہ سے بعض راویوں نے اسی کو عبداللہ بن یقطر کی طرف منسوب کر دیا مگر طبری نے حضرت امام حسینؑ کی جو تحریر منزل زبالہ پر پڑھنے کا حال درج کیا ہے اس تحریر کے الفاظ میں صراحتاً عبداللہ بن یقطر کا نام ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ عبداللہ بن یقطر ہی کے متعلق اس واقعہ کو صحیح سمجھیں اور قیس بن مسہر کے لیے اس واقعہ کی نسبت تسلیم نہ کریں مگر قیس کا ذکر شیخ مفیدؒ اور طبری دونوں ہی کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ بطن الرمہ کے حاجر سے بھیجے گئے تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی شخصیت اور ان کا امام حسینؑ کی طرف سے بھیجا جانا متفق علیہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قیس اور عبداللہ دونوں کی رسالت کو تسلیم کیا جائے اور مشترک حصہ کو دونوں کے لیئے یکساں طور پر واقع ہونا تسلیم کریں اور مختص امور کو ہر ایک سے الگ متعلق کریں یعنی یہ کہیں کہ قیس اور عبداللہ میں اتنا فرق ہے کہ قیس نے ابتداء میں حضرت امام حسینؑ کی تعریف و توصیف میں خیر خلق اللہ وابن فاطمۃ بنت رسول اللہ کے الفاظ کہے تھے اور اس کے بعد اپنے بھیجے جانے کا ذکر کیا تھا اور عبداللہ بن یقطر نے شروع ہی سے بس اپنے بھیجے جانے کا ذکر کیا اور اسی میں یہ کہہ دیا کہ ان کی مدد اور نصرت کرو اور قیس نے بعد میں ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور امیر المومنینؑ پر صلوات بھیجی اور عبداللہ بن یقطر نے امام حسینؑ کی امداد کی دعوت کے ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ ابن مرجانہ کے خلاف جو سمیہ کی بے باپ کی اولاد ہے اور اس کے بعد یہ فرق سمجھا جائے کہ قیس بن مسہر کا جسم کوٹھے پر سے زمین پر گرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا مگر عبداللہ بن یقطر کی صرف ہڈیاں شکستہ ہوئی تھیں اور ان میں رمق جان باقی تھی اور عبدالملک بن عمیر لخمی نے انھیں ذبح کیا اور جب برا کہا گیا تو کہا کہ میں انھیں راحت دینا چاہتا تھا۔

بظاہر تو جمع بین الروایات کی یہی صورت ہے مگر جن کو مذاق تاریخی ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس میں کیا استبعاد ہیں؟ ان میں سے جس کو پہلے امامؑ نے روانہ فرمایا ہو اس کے بعد دوسرے کے روانہ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔؟ دوسرے یہ کہ نوعیت واقعہ سے ظاہر ہے کہ ابن زیاد کا یہ حکم دینا کہ قصر پر جا کر حسینؑ کو برا کہو مگر اسی سے امام حسینؑ کے قاصد کا یہ فائدہ اٹھانا کہ وہ امام حسینؑ کے سلسلہ میں اپنے مشن کی تبلیغ کر دے ایک حاکم کے لئے اور وہ بھی ابن زیاد کا سا، کتنی خجالت انگیز شکست تھی۔ اب ایک دفعہ وہ اتنی بڑی زک اٹھانے کے بعد پھر بالکل اسی طرح کی زک اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتا یا دھوکا کھا جاتا، ان میں سے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تیسرے یہ کہ اس صورت میں امام حسینؑ نے منزل زبالہ میں جو تحریر پڑھی ہے اس میں مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے ساتھ دو شخصوں کی شہادت کا ذکر ہونا چاہیے۔ ایک قیس بن مسہر اور دوسرے عبداللہ بن یقطر مگر آپ کے یہاں ذکر ایک ہی شخص کا ہے۔ دوسرے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ مجمع بن عبداللہ عائذی سے امام نے صرف اپنے ایک قاصد کو پوچھا اور وہ قیس بن مسہر صیداوی۔ دوسرے قاصد یعنی عبداللہ بن یقطر کا کچھ حال نہ پوچھا کہ ان پر کیا گزری۔ ہاں ان آخری دو باتوں کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن یقطر کی خبر جناب مسلم و ہانی کے ساتھ پہلے آ چکی تھی جس کی حضرت نے منزل زبالہ پر خبر دی اور قیس کی خبر حر سے ملاقات کے بعد تک کوئی نہیں آئی تھی اس لئے مجمع بن عبداللہ سے حضرت نے انہی کو دریافت فرمایا۔

پھر بھی تاریخی حیثیت سے یہ مسئلہ ابھی تک میری نگاہ میں ایک مشکل کی حیثیت رکھتا ہے جو پورے طور پر حل ہوتے نظر نہیں آتی۔

لشکر حر کے سامنے امامؑ کا خطبہ

عراق کی طرف جاتے ہوئے جب حر کا لشکر ایک ہزار کا امامؑ سے آ کر کربلا میں ملاقی ہوا، حضرت انھیں سیراب کرا چکے اور اس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت نے نماز کے قبل [1]

(۱) ابوحنیفہ دینوری نے ''الاخبار الطوال'' میں اس خطبہ کو نماز ظہر کے بعد بتایا ہے اور کہا ہے۔ فلمّا انفتل من صلوٰته حوّل وجهه الی القوم ثم قال ''یعنی'' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو چہرہ اپنا مجمع کی طرف موڑا اور پھر فرمایا۔

اس لشکر کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس کا ذکر شیخ مفید اور طبری دونوں نے اس طرح کیا ہے:-

فلم یزل الحرّ مرافقا للحسینؑ حتی حضرت صلوٰۃ الظھر وامر الحسینؑ الحجاج بن مسرور (۲) ان یوذن (۳) فلما حضرت الاقامۃ خرج الحسینؑ فی ازار ورداء و نعلین فحمداللّٰہ واثنیٰ علیہ ثم قال ایھا الناس (۴) انی لم اتکم حتی اتتنی کتبکم وقدمت علیّ رسلکم (۵) ان اقدم علینا فانہ لیس علینا امام لعل اللّٰہ ان یجمعنا بک علی الھدیٰ والحق فان کنتم علی ذلک فقد جئتکم فاعطو نی (۶) مااطمئن الیہ من عھود کم و مواثیقکم وان لم تفعلوا وکنتم لقدومی (۷) کارھین انصرفت عنکم الی المکان الّذی جئت (۸) منہ الیکم فسکتوا عنہ ولم یتکلّم احد منھم بکلمۃ فقال للمؤذن اقم۔ (ارشاد، تاریخ طبری، ج۶)

حر امامؑ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آیا اور امام حسین علیہ السلام نے حجاج بن مسرور (مسروق) کو حکم دیا کہ

(۲) ارشاد کے طہرانی نسخہ میں یونہی ہے مگر بظاہر وہ غلط ہے ''مسروق'' ہونا چاہئے چنانچہ طبری میں پورانام اسی طرح درج کیاہےاور کہاہے فامر الحسین الحجاج بن مسروق الجعفی۔

(۳) طبری میں اضافہ ہے ''فاذّن''

(۴) دینوری نے خطبہ کے الفاظ میں ''ایھاالناس'' کے بعد اتنا اضافہ کیا ہے کہ ''معذرۃ الی اللّٰہ ثم الیکم'' میں اللہ کے سامنے اور تمہارے سامنے اپنا عذر بتانا چاہتا ہوں'' طبری میں بھی ہے:-انھا معذرۃ الی اللّٰہ عزّوجل والیکم۔

(۵) دینوری کی روایت میں قدمت علی رسلکم کے بعد یہ تفصیل کہ تم نے کیا لکھا تھا مذکور نہیں بس اس کے بعد یہ ہے! ''فان اعطیتمونی ما اطمئن الیہ من عھود کم ومواثیقکم دخلنا معکم مصر کم وان تکن الاخریٰ انصرفت من حیث جئت'' اگر تم مجھ سے قابل اطمینان صورت سے عہد و پیمان کرو تو ہم سب تمہارے ساتھ تمہارے شہر میں داخل ہوں اور اگر دوسری صورت ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس جاؤں۔

(۶) طبری میں یہاں پر یہ الفاظ ہیں کہ فان تعطونی ما اطمئن الیہ من عھود کم ومواثیقکم اقدم مصر کم۔

(۷)(۸) طبری میں لقدومی کی جگہ لقدمی اور جئت کے بجائے اقبلت ہے۔ یہ صرف لفظی اختلاف ہے جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اذان دیں، جب اقامت کا ہنگام آیا تو امام حسینؑ برآمد ہوئے۔ ایک تہمد، ایک چادر اور نعلین پہنے ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا ایھاالناس میں تمہاری جانب اس وقت تک نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط نہیں گئے اور قاصد نہیں پہنچے کہ آیئے ہمارا کوئی امام نہیں ہے، ممکن ہے آپ کے ذریعہ سے خدا ہمیں حق و ہدایت پر مجتمع کردے۔ اب اگر تم لوگ اس بات پر قائم ہو تو میں آ گیا ہوں ہی، اب تم مجھ سے اطمینانی طریقہ سے از سر نو عہد و پیمان کرو کہ میرا ساتھ دو گے اور اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے اور تم میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں۔ یہ سن کر سب خاموش رہے اور کسی نے ایک لفظ بھی جواب میں نہیں کہا۔ حضرت نے مؤذن کو حکم دیا کہ اقامت کہو۔

لشکر حر کے سامنے دوسرا خطبہ

عصر کی نماز کے بعد جب کہ اب آگے روانہ ہونے کی تیاری بھی ہو چکی تھی، حضرت نے دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا جسے شیخ مفید اور طبری نے اس طرح نقل کیا ہے (۱):-

ثم مسلّم وانصرف الیھم بوجھہ فحمداللّٰہ واثنیٰ علیہ ثم قال اما بعد ایھا النّاس فانکم ان تتقوا اللّٰہ وتعرفوا الحق لاھلہ یکن ارضی للّٰہ عنکم ونحن اھل بیت محمد واولیٰ (۲) بولایۃ ھذا الامر علیکم من ھؤلاء المدعین مالیس لھم والسّائرین فیکم بالجور والعدوان وان ابیتم الّا کراھیۃ لنا والجھل بحقنا وکان رأیکم الاٰن غیر ما اتتنیٰ (۳) بہ کتبکم وقدمت بہ علیّ رسلکم انصرفت عنکم فقال

(۱) دینوری نے الاخبار الطوال میں عصر کے بعد کے خطبہ کے الفاظ نقل نہیں کئے ہیں بلکہ یہ لکھ دیا ہے کہ ''ثم انفتل الیھم فاعاد مثل القول الاول'' پھر ان کی جانب مڑے اور پہلے ہی قول کے مثل الفاظ دوبارہ کہے'' بہر حال اس سے بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ دوسری مرتبہ عیونِ الفاظ وہی تھے جو پہلی مرتبہ تھے بلکہ یہ کہ مضمون وہی تھا جو پہلے ارشاد کا تھا اور یہ اس خطبہ کے الفاظ پر جو شیخ مفید وغیرہ نے درج کئے ہیں ایک حد تک منطبق ہے۔

(۲) طبری میں ہے: ونحن اھل البیت اولیٰ۔

(۳) طبری کے الفاظ ہیں:- ''وان انتم کرھتمونا وجھلتم حتضا وکان رأیکم غیر ما ا تتنی۔۔۔الخ

له الحرّ انا و اللّٰہ ما ادری ماھٰذہ الکتب و الرّسل الّتی تذکر فقال الحسین علیه السلام لبعض اصحابه یا عقبة بن سمعان اخرج الخرجین الذین فیھما کتبھم فاخرج خرجین مملوئیان صحفاً فتشرت بین یدیه الخ۔ (ارشاد و طبری)

پھر حضرتؑ نے سلام پھیرا اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا ایہا الناس! تم لوگ اگر خوفِ الٰہی سے کام لو اور حق کو صاحب حق کے پہچانو تو یقیناً اللہ کی رضا کا اچھا ذریعہ ہوگا۔ ہم رسول کے اہلبیتؑ ہیں اور اس منصب کے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو اس کا غلط دعوی کرتے ہیں اور جو تمہارے ساتھ ظلم وتعدّی کا سلوک کرتے ہیں اور اگر تم بہر حال ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے چشم پوشی کرنے پر تلے ہوئے ہو اور تمہاری رائے اب تمہارے خطوط کے مضامین اور قاصدوں کے بیانات کے خلاف ہے تو میں واپس چلا جاؤں۔ اب حر نے جواب دیا کہ بخدا میں نہیں جانتا کہ یہ خطوط اور قاصد جن کا آپ ذکر کرتے ہیں کیا ہیں؟ یہ سن کر امام حسینؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ اے عقبہ بن سمعان! وہ دونوں تھیلے تو لے آؤ جن میں ان لوگوں کے خطوط ہیں۔ وہ دو تھیلے نکال کر لائے جو خطوط سے بھرے ہوئے تھے اور وہ خطوط سامنے پھیلا دیئے گئے۔

اس کے بعد کا ایک اھم خطبه

طبری کی روایت ہے:

قال ابو مخنف عن عقبة بن ابی الغیرار انّ الحسین خطب اصحابه و اصحاب الحر بالبیضة فحمداللّٰہ و اثنی علیه ثم قال ایها الناس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم قال من رأی سلطانا جائرا مستحلّا لحرم اللّٰہ ناکثا لعهد اللّٰہ مخالفا لسنة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم یعمل فی عباد اللّٰہ بالاثم و العدوان فلم یغیّرْ علیه بفعل و لا قول کان حقا علی اللّٰہ ان یدخله مدخله الا و انّ هؤ لآء قد لزموا طاعة الشیطان و ترکوا طاعة الرحمن و اظهروا الفساد و عطّلوا الحدود و استأثر وا بالفیئ و احلّوا حرام اللّٰہ و حرّموا حلاله و انا احقّ من غیر وقد اتتنی کتبکم وقدمت علیّ رسلکم ببیعتکم انکم لا تسلمونی ولا تخذلونی فان تممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم فانا الحسین بن علی و ابن فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم نفسی مع انفسکم و هلی مع اهلیکم فلکم فیّ اسوة و ان لم تفعلوا و نقضتم عهدکم و خلعتم بیعتی من اعناقکم فلعمری ماهی لکم بنکر لقد فعلتموها بابی و اخی و ابن عمّی مسلم و المغرور من اغتربّکم فحظکم اخطأتم نصیبکم ضیعتم و من فکث فانما ینکث علی نفسه و سیغنی اللّٰہ عنکم و السّلام علیکم و رحمة اللّٰہ و برکاته۔

ابو مخنف نے عقبہ بن ابی غیرار کی زبانی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب اور حر کے ساتھیوں کے سامنے مقام بیضہ پر خطبہ ارشاد فرمایا تو پہلے حمد وثنائے الٰہی ادا کی۔ پھر فرمایا اے گروہ مردم! حضرت پیغمبر خداؐ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ وہ محرمات الٰہیہ کو حلال بنائے ہوئے ہے، عہد خدا کو توڑے ہوئے۔ سنتِ پیغمبرؐ خدا کا مخالف ہے اور بندگان الٰہی میں گناہ اور ظلم وتعدی کے افعال کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ اس پر قول یا فعل کسی صورت سے بھی تبدیلی کی کوشش نہ کرے تو اللہ کے لئے زیبا ہوگا کہ وہ اس شخص کو اسی ظالم کے درجہ میں داخل کرے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لوگ (اہل شام) شیطان کی اطاعت کے پابند ہو گئے، اللہ کی اطاعت کو چھوڑ چکے ہیں، انھوں نے فتنہ وفساد ظاہر کیا ہے، حدود اللہ کو معطل کر دیا ہے، مسلمانوں کے مشترک اموال کو اپنی ملکیت سمجھ لیا ہے، حرام الٰہی کو حلال اور حلال کو حرام بنا دیا ہے اور میں سب سے زیادہ اس کا حقدار ہوں کہ اس وقت انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کروں اور تمہارے خطوط میرے پاس آچکے اور تمہارے قاصد پہنچ چکے

اس عہد و پیمان کے ساتھ کہ تم مجھے چھوڑو گے نہیں، میرے تعاون کو ترک نہ کروگے۔ اب اگر تم اس اپنے معاہد پر قائم ہو تو راہ راست حاصل کروگے اور اس صورت میں میں حسین جو علیؑ اور دختر رسولؐ خدا فاطمہ کا فرزند ہوں میری جان تمہاری جانوں سے وابستہ اور میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہوں گے اور جو مجھ پر گزرے اس میں تم کو شریک رہنا ہوگا اور اگر ایسا نہ کرو اور اپنے معاہدہ کو توڑ دو اور میری بیعت کا حلقہ بھی اپنی گردنوں سے اتار پھینکو تو یہ کوئی عجیب امر نہ ہوگا۔ تم نے ایسا ہی میرے باپ، میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے مسلم کے ساتھ کیا۔ بڑا فریب خو وہ ہے جو تمہارے فریب میں آئے۔ مگر اس سے کسی اور کا نقصان نہیں ہوگا۔ تم ہی اپنے حصہ کو ہاتھ سے دو گے اور اپنے نصیب کو برباد کروگے اور جو عہد توڑے گا عہد شکنی سے اپنا ہی نقصان کرے گا اور اللہ مجھے عنقریب تم سے بے نیاز کردے گا۔

راستے کا ایک اور خطبہ

طبری رقمطراز ہیں:-

وقال عقبة بن ابی الغیرار قام حسین علیه السلام بذی حسم فحمد الله واثنیٰ علیه ثم قال انّه قد نزل من الامر ما قد ترون وان الدنیا قد تغیرت و تنکّرت وادبر معروفها واستمّرت جدًا فلم یبق منها الاصبابة کصبابة الاناءو خسیس عیش کالمرعی الوبیل الاترون انّ الحق لا یعمل به وانّ الباطل لا یتناهی عنه لیرغب المؤمن فی لقاء الله محقافانی لا اری الموت الا شهادة ولا الحیوة مع الظّالمین الّا برما۔

عقبہ بن ابی الغیرار کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام مقام ذی حسم میں کھڑے ہوئے اور آپ نے حمد وثنائے الٰہی ادا کی پھر فرمایا: صورت حال جو ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا بدل چکی ہے اور اجنبی ہو چکی ہے۔ اس کی نیکیاں رخصت ہو گئی ہیں اور وہ انتہائی تلخ و ناگوار ہو چکی ہیں۔ اب نہیں رہ گیا ہے اس میں سے مگر بہت کم جیسے پانی بہائے جانے کے بعد اس کے اندر بچ رہنے والے پانی کے قطرے اور ایک حقیر زندگی جو زہریلی چراگاہ کے مثل ہے۔ کیا تمہاری نظروں کے سامنے یہ عالم نہیں ہے کہ حق پر عمل نہیں کیا جاتا اور باطل سے باز نہیں رہا جاتا۔ اس وقت جو سچا مومن ہو وہ تہِ دل سے مرنے کا طلبگار ہوگا۔ اس لئے کہ اس صورت حال کے مقابلہ میں مرنا میرے نزدیک سوا شہادت کے اور کچھ نہیں ہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا سوا دل خستگی کے اور کچھ بھی نہیں۔

زهیر بن قینؒ کی جوابی تقریر

مذکورۂ بالا امامؑ کے خطبہ کے بعد طبری کے راوی نے کہا ہے:-

فقام زهیر بن القین البجلی فقال لا صحابه تکلّمون ام اتکلّم قالو الا بل تکلّم فحمد الله واثنیٰ علیه ثم قال قد سمعنا هداک الله یابن رسول الله مقالتک والله لو کانت الدّنیا لنا باقیة کنّا فیها مخلّدین الا ان فراقها فی نصرک ومواساتک لأثرنا الخروج معک علی الاقامة فیها قال فدعاله الحسین علیه السلام ثم قال له خیرا۔

زہیر بن قین بجلی کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اصحاب سے کہا کہ تم کچھ کہتے ہو یا میں کہوں؟ سب نے کہا: ''نہیں، تم کہو۔'' انھوں نے حمد وثنائے باری ادا کی۔ پھر کہا: ''ہم نے سنا اے فرزند رسولؐ! اللہ آپ کو منزل مقصد تک پہنچائے آپ کے ارشاد کو۔ بخدا اگر دنیا باقی رہنے والی ہوتی اور ہم ہمیشہ اس میں رہتے مگر جدائی اس سے صرف آپ کی امداد اور ہمدردی کی وجہ سے ہوتی، تب بھی ہم آپ کا ساتھ دینے کو اس دنیا میں رہنے پر ترجیح دیتے۔'' زہیر کی تقریر سن کر امامؑ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

نهم محرّم کی شام کو یا شب عاشور امام کا یادگار خطبہ

روز نہم محرم گفتگوئے صلح قطع ہو چکی، عمر سعد نے ابن زیاد

کے حکم فوری کے ماتحت حملہ کردیا اور حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی ابوالفضل العباسؑ کو بھیج کر ایک شب کی مہلت حاصل کی۔ اس رات کی مہلت ملنے کے بعد امامؑ نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے اپنا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کربلا میں صرف یہ ایک خطبہ ہے جو آپ نے اپنے ساتھیوں کی جماعت کے سامنے پڑھا ہے حالانکہ خطبہ کے مقاصد یعنی تحریص وترغیب، جوش انگیزی اور ولولہ خیزی کے لحاظ سے کربلا کے سے مقتضیات خطابت کے بہت کم جمع ہوا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی قلیل التعداد جماعت میں عددی قلت کو اگر کسی حد تک پورا کرسکتی ہے تو وہ جوش کی زیادتی اور ہمت کی بلندی۔ مثل مشہور ہے کہ ''حدی را تیز تر برخواں چو محمل را گراں بینی'' اس کے مقابل میں جتنے موانع زیادہ اور ہمت کی پستی کے اسباب فراواں ہوں اتنی ہی قائد کو زیادہ تقریریں کرنا پڑیں گی۔ اگر دور کی مثال ڈھونڈھنے کی زحمت گوارا نہ کیجئے تو ماضی قریب میں جنگ جرمنی کی شدّت کے عالم میں چرچل کی وزارت کا ابتدائی دور دیکھ لیجئے جب کہ حالات ناسازگار تھے اور تقریروں کے زور پر جنگ کا انحصار رہ گیا تھا۔

اس اعتبار سے دیکھئے تو ایک ناواقف انسان جو کربلا کے واقعات سے مطلع نہ ہو یہ خیال کرے گا کہ تیس ہزار کے مقابلہ میں اپنے کم وبیش سوسوا سو افراد کو میدان جنگ میں ثابت قدم رکھنے کے لئے ان کے قائد کو پے در پے اپنی خدا کی دی ہوئی اعجاز بیانی کی تمام طاقتوں کے ساتھ آتشیں الفاظ اور پر رعد وبرق انداز میں تقریریں کرنا ہوتی ہوں گی مگر یہ واقعہ ہے کہ کربلا میں وہ قلیل تعداد قلیل سہی مگر عزم وارادہ کی طاقتوں اور استحکام ایمانی کے تقاضوں سے اتنی معمور تھی کہ حضرت امام حسینؑ کو کربلا پہنچنے کے بعد سے نویں محرم کی سہ پہر تک آٹھ دن اور اس کے بعد شب عاشور اور روز عاشور اور روز عاشور کے تقریباً بیس اکیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ آپ ان کے سامنے جوش وخروش پیدا کرنے کے لیے کوئی خطبہ ارشاد فرمائیں۔

نہم کی شام کو جو خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے اس کی نوعیت وہ انفرادی حیثیت رکھتی ہے جسے ہم چاہے جو کہیں مگر ترغیب وتحریص تو کہہ ہی نہیں سکتے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

فجمع الحسين عليه السلام اصحابه عند قرب المسآء قال علی بن الحسين زين العابدين فدنوت منه لا سمع مايقول لهم وانا اذ ذاک مريض فسمعت ابی يقول لاصحابه اثنی علی اللّٰہ احسن الثنآء واحمده علی السرآء والضرآء اللّهم انّی احمدک علیٰ ان اکرمتنا بالنبوة وعلّمتنا القراٰن وفقهتنا فی الدّين و جعلت لنا اسماعا و ابصار او افئدة فاجعلنا من الشّاکرين امّا بعد فانی لا اعلم اصحابا اوفی ولا خيرا من اصحابی ولا اهل بيت ابرّ ولا اوصل من اهل بيتی فجزاکم اللّٰہ عنی خيرا الا وانی لا ظنّ يوما لنا من هؤلاء الا وانی قد اذنت لکم فانطلقوا جميعاً فی حلّ ليس عليکم حرج منی ولا ذمام هذا اللّيل قد غشيکم فاتخذوه جملا فقال له اخوته وابناؤه و بنو اخيه وابناعبداللّٰہ بن جعفر لم نفعل ذٰلک لنبقیٰ بعدک لا ارانا اللّٰہ ذلک ابدا ابدأهم بهذا القول العباس بن علی عليه السّلام واتبعه الجماعة عليه فتکلموا بمثله ونحوه۔

(ارشاد)

امام حسینؑ نے شام کے قریب اپنے اصحاب کو جمع فرمایا۔ امام زین العابدینؑ کا بیان ہے کہ میں اس موقع پر بیمار تھا مگر قریب آگیا تاکہ سنوں حضرت اپنے اصحاب سے کیا فرماتے ہیں؟ میں نے اپنے والد بزرگوار کو سنا کہ آپ نے فرمایا، میں اللہ کی بہترین تعریف کا فریضہ ادا کرتا ہوں اور راحت وتکلیف ہر حال میں اس کا شکر بجالاتا ہوں۔ خداوندا! تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے منصب کی عزت عطا کی اور علم قرآن کی دولت دی اور دینی حقیقت کے بارے میں فہم وتعقل کرامت فرمایا اور ہمیں گوش شنوا، چشم بینا اور دل دانا عطا فرمائے لہٰذا ہمیں شکر گزاروں میں محسوب فرما۔ اس کے بعد یہ ہے کہ حقیقتاً مجھے نہیں

معلوم دنیا میں کوئی اصحاب جو میرے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر ہوں اور نہ کوئی اعزاء جو میرے عزیزوں سے زیادہ نیکو کار اور باوفا ہوں تو اللہ تمہیں میری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ واضح ہونا چاہئے کہ میرے خیال میں ہمیں ان دشمنوں کے ہاتھوں ایک خونریز معرکہ کا سامنا ہوگا۔ ہاں تو خوب سمجھ لو کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں، تم سب چلے جاؤ۔ بالکل جائز طور پر تمہارے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ میری طرف سے کوئی ذمہ داری ہے۔ یہ رات کی تاریکی اب تمہارے سامنے آرہی ہے۔ اس کو اپنا مرکب بناؤ اور روانہ ہوجاؤ۔ یہ سننا تھا کہ آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، اور عبداللہ بن جعفر کے فرزندوں نے کہا ہم کیوں ایسا کریں؟ کیا اس لئے کہ آپ کے بعد دنیا میں باقی رہیں۔ اللہ ہمیں وہ دن نصیب نہ کرے سب سے پہلے یہ الفاظ عباس بن علیؑ نے زبان پر جاری کئے اور پھر تمام مجمع نے ان کے ساتھ اتفاق کیا اور اسی سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ عرض کئے۔

اس روایت کو طبری نے دو طریقوں سے نقل کیا ہے۔ ایک وہ طریق جو ضحاک بن قیس مشرقی تک منتہی ہوتا ہے۔ یہ اصحاب امام حسینؑ کی ایک ایسی فرد ہیں جو بقول طبری واقعۂ کربلا سے زندہ بچ گئے تھے۔ اس کی کیفیت کا بیان اور اس پر تبصرہ مولانا مجتبیٰؒ حسن صاحب کامون پوری نے مقتل ضحاک بن قیس کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہ طریق اس طرح ہے:- **قال ابو مخنف حدثنی عبداللہ بن عاصم الفائضی عن الضحاک بن عبداللہ المشرفی بطن من ھمدان ان الحسین بن علی علیہ السلام جمع اصحابہ۔**

دوسرا طریق وہ ہے جو (مثل روایت شیخ مفیدؒ) امام زین العابدینؑ تک منتہی ہوتا ہے اسی طرح:-

قال ابو مخنف حدثنی ایضا الحارث بن حصیر عن عبداللہ ابن شریک العامری عن علی ابن الحسین علیہ السلام۔

امام زین العابدینؑ کی زبانی جو روایت درج کی ہے وہ تقریباً شیخ مفید رحمہ اللہ کی روایت سے بالکل متحد ہے۔ اختلاف کچھ لفظوں کا ہے جن میں فقط طول و اختصار کا فرق ہے۔ معنی پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعض میں دونوں میں سے ایک کے بعض نسخوں میں کاتب یا درمیانی راوی کی غلطی یا اشتباہ معلوم ہوتا ہے:

یہ اختلاف حسب ذیل الفاظ میں ہے:

شیخ مفید کے یہاں:-	طبری کے یہاں:-
(۱) جمع الحسین اصحابہ عند قرب المسآء۔	فجمع الحسین اصحابہ بعد مارجع عمر بن سعد وذٰلک عند قرب المسآء۔
(۲) قال علی بن الحسین زین العابدین۔	قال علی بن الحسین۔
(۳) فدنوت منہ لاسمع مایقول لھم وانا اذ ذاک مریض	فدنوت منہ لاسمع وانا مریض۔
(۴) وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدۃ فاجعلنا من الشاکرین۔	وجعلت لنا اسماعا وابصارا وافئدۃ ولم تجعلنا من المشرکین۔
(۵) لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا۔	لا اعلم اصحابا اولی ولا خیرا۔
(۶) فجزاکم اللہ عنی خیرا	فجزاکم اللہ عنی جمیعا خیرا
(۷) الاوانی لاظن یومالنا من ھؤلآء۔	الاوانی اظن یومنا من ھؤلآء الاعداء غدا۔
(۸) الاوانیّ قد اذنت لکم۔	الاوانیّ قدرأیت لکم۔
(۹) لیس علیکم حرج منّی ولا ذمام۔	لیس علیکم منّی ذمام

ان میں نمبر ۱، ۲، ۳، ۶، اور ۹ قسم اول سے متعلق ہیں جن میں کوئی اختلاف معنوی نہیں ہے۔ صرف ذرا سا لفظوں کا پھیر یا کمی زیادتی ہے لیکن نمبر ۴ میں اختلاف معنوی ہے اور ایسا جسے کاتب کے سر منڈھا نہیں جا سکتا بلکہ راویوں کی یاد کا اختلاف ہے۔ کسی کو وہ فقرہ یاد رہا اور کسی کو یہ اور اس میں ذرا فیصلہ بھی مشکل ہے کہ امامؑ نے **وجعلت لنا اسماعا و ابصارا و افئدة** کے بعد **ولم تجعلنا من المشرکین** فرمایا تھا یا **فاجعلنا من الشاکرین**۔ ۵ میں بھی اختلاف معنوی ہے اور میرے خیال میں شیخ مفید کے یہاں کی لفظ اوفیٰ زیادہ مناسب ہے۔

۷، میں شیخ مفیدؒ کے یہاں کے الفاظ کا ترجمہ ہے کہ ''میرے خیال میں ان دشمنوں کے ہاتھوں ایک خونریز معرکہ کا سامنا ہوگا۔'' اور طبری کا ترجمہ ہے کہ ''میرے خیال میں کل ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کن دن ہے۔'' یہاں طبری کے الفاظ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

۸۔ شیخ مفید کے یہاں ہے، **قد اذنت لکم** ''میں تمہیں اجازت دیتا ہوں'' اور طبری میں ہے:- **قد رأیت لکم** ''میں نے تمہارے لئے رائے قائم کی ہے۔''

دوسری روایت ضحاک بن قیس مشرقی کی ہے۔ یہ حسب ذیل ہے۔

فلما کان اللیل قال ھذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ثم لیأخذ کل رجل منکم بید رجل من اھل بیتی ثم تفرّقوا فی سوادکم و مدائنکم حتی یفرج اللّٰہ فان القوم انما یطلبونی ولو قد اصابونی لھوا عن طلب غیری فقال لہ اخوتہ وابناؤہ و بنو اخیہ وابنا عبداللّٰہ بن جعفر لم نفعل لنبقیٰ بعدک لا ارانا اللّٰہ ذٰلک ابدا ابدأھم بھذا القول العباس بن علی ثم انھم تکلّموا بھذا ونحوہ فقال الحسین علیہ السلام یا بنی عقیل حسبکم من القتل بمسلم اذھبوا فقد اذنت لکم قالوا فما یقول الناس یقولون انا ترکنا شیخنا و سیدنا و بنی عمومتنا خیر الاعمام ولم نرم معھم بسھم ولم نطعن معھم برمح ولم نضرب معھم بسیف ولا ندری ما صنعوا الا واللّٰہ لا نفعل ولکن تفدیک انفسنا واموالنا واھلونا ونقاتل معک حتی نرد موردک فقبح اللّٰہ العیش بعدک۔

(طبری، ج ۶ ص ۲۳۹)

جب رات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ یہ رات تم پر پردہ ڈال چکی ہے لہٰذا اس کو اپنا مرکب بناؤ۔ پھر ہر ایک قسم میں سے میرے عزیزوں میں سے بھی ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور پھر تم لوگ اپنی بستیوں اور شہروں میں منتشر ہو جاؤ اس وقت تک کے لیے کہ جب کشائش حاصل ہو اس لیئے کہ یہ لوگ بس میرے طلبگار ہیں اور اگر مجھے پا جائیں تو پھر کسی دوسرے کی تلاش کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔ یہ سن کر آپ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے فرزندوں نے کہا کہ ہم ایسا کیوں کریں؟ اس لئے کہ آپ کے بعد باقی رہیں؟ اللہ ہمیں وہ دن کبھی نہ دکھائے۔ سب سے پہلے یہ صدا عباس بن علیؑ نے بلند کی اور پھر سب نے قریب قریب یہی کہا اس پر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عقیل کے فرزندو تمہارے لئے مسلم کا قتل ہونا کافی ہے۔ تم چلے جاؤ تمہیں میں خاص طور پر اجازت دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا: ''اس صورت میں لوگ کیا کہیں گے؟ یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سردار اور اپنے چچاؤں کی اولاد کو جو بہترین چچا تھے چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ کوئی تیر لگایا اور نہ کوئی نیزہ اور نہ تلوار سے مقابلہ کیا اور خبر بھی نہ لی کہ آپ پر کیا گزری۔ نہیں بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ آپ پر اپنے جان و مال اور گھر بار کو قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے تا کہ جو کچھ آپ پر گزرے اس میں ہم شریک رہیں۔ خدا برا کرے اس زندگی کا جو آپ کے بعد ہو۔''

اس میں اور قبل کی روایت میں علاوہ لفظی اختلافات کے معنوی اختلافات بھی ہیں مگر ایسے جن سے اصل خطبہ کے ما حصل

پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان دونوں طرح کے اختلافات کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(۱) پہلی روایت میں خطبہ کا وقت بتایا ہے:-

عند قرب المساء ''شام کے قریب'' اور دوسری روایت میں ہے: **فلما کان اللیل** ''جب رات ہوئی۔'' شہرت عامہ اسی دوسری روایت کے مطابق ہوگئی ہے کہ یہ خطبہ شب عاشور ارشاد ہوا ہے۔

(۲) پہلی روایت میں خطبہ کا تمہیدی حصہ مذکور ہے جس میں حمد وصلوات وشکر الٰہی اور اپنے خاندانی مراتب کے اظہار کے ساتھ اصحاب کی وفاداری اور اعزاء کی قرابت پروری پر فخر ونازش مذکور ہے اور یہ کہ کل موقع جنگ یا روز قربانی ہے اور پھر یہ کہ ''میں تمہیں اجازت دیتا ہوں'' اور دوسری لفظوں میں ''بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں۔'' اس کے بعد یہ ہے کہ **ھذا اللیل قد غشیکم**۔ دوسری روایت میں ابتدائی حصہ تمام حذف کر دیا گیا ہے۔ بس یہیں سے شروع کیا گیا ہے کہ **ھذا اللیل قد غشیکم**۔ اور اس فقرہ کے معنی میں پہلی اور دوسری روایت کے بتائے ہوئے وقت کے لحاظ سے فرق ہو جاتا ہے۔ وہاں چونکہ خطبہ کا وقت عند قرب المساء بتایا گیا ہے لہٰذا **ھذا اللیل قد غشیکم** کے معنی یہ ہوں گے کہ رات اتنی نزدیک ہے کہ گویا آ ہی گئی ہے یعنی قرب کے انتہائی اظہار کے لئے مجازاً فعل ماضی لایا گیا ہے اور دوسری صورت میں حقیقی طور پر یہی معنی ہوں گے کہ رات آ ہی گئی ہے۔

(۳) پہلی روایت کا مضمون اس فقرہ پر ختم ہو جاتا ہے مگر دوسری روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ ہے کہ ''ہر ایک تم میں سے میرے عزیزوں میں سے بھی ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور پھر تم لوگ اپنی بستیوں اور شہروں میں منتشر ہو جاؤ اس وقت تک کے لئے کہ جب تک کشائش حاصل ہو، اس لئے کہ یہ لوگ میرے طلب گار ہیں اور اگر مجھے پا جائیں تو پھر کسی دوسرے کی تلاش کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔'' پہلی روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے مگر صورت واقعہ سے ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت نے ضرور ارشاد فرمائے ہوں گے۔ اسی لئے اعزّا واقارب اور خصوصیت سے حضرت ابوالفضل العبّاسؑ کو بھی اپنے تأثرات کے اظہار کی ضرورت پڑی۔

(۴) حضرت ابوالفضل کے جواب کے الفاظ جن سے تمام اعزاء نے اتفاق کیا دونوں روایتوں میں یکساں ہیں مگر دوسری روایت میں حضرت کا اولادِ عقیل سے جو خصوصی تخاطب اور اس کا جواب ہے وہ پہلی روایت میں بیان نہیں ہوا ہے۔

عام طور سے یہ روایت جو بیان ہوتی ہے اس میں دونوں کے اجزاء سمو دیئے جاتے ہیں اور یہ طریقہ کار بظاہر غلط نہیں ہے اس لئے کہ کسی ایک میں دوسرے کے مضمون کی نفی نہیں ہے بلکہ کچھ اجزاء خطبہ کے اس روایت میں درج ہوئے ہیں اور کچھ اس میں۔ سب امام نے ارشاد فرمائے تھے لیکن اختصاراً ہر ایک راوی نے کچھ اجزاء بیان کئے اور کچھ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھے۔ پورے خطبہ کا ان تمام اجزاء پر مشتمل ہونا بعید نہیں ہے بلکہ قرائن کی بناء پر یقینی ہے۔

اصحاب امامؑ کی جوابی تقریریں

طبری نے لکھا ہے:-

قال ابو مخنف حدثنی عبداللّٰہ بن عاصم عن الضحاک بن عبداللّٰہ المشرقی قال فقام الیه مسلم بن عوسجة الاسدی فقال انحن نخلّی عنک ولمّا نعذر الی اللّٰہ فی اداء حقک اما واللّٰہ حتی اکسر فی صدورھم و محی واضربھم بسیفی ما ثبت قائمه فی یدی ولا افارقک ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم به لقذفتھم بالحجارة دونک حتی اموت معک قال وقال سعد بن عبداللّٰہ الحنفی واللّٰہ لا نخلیک حتی یعلم اللّٰہ انّا قد حفظنا غیبة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فیک واللّٰہ لو علمت انی اقتل ثم احیا ثم احرق حیًا ثم اذرّ یفعل ذٰلک بی

سبعین مرّة مافارقتک حتی القیٰ حمامی دونک فکیف لا افعل ذلک وانماھی قتلة واحدة ثم ھی الکرامة التی لا انقضاء لھا ابدا قال وقال زھیر بن القین واللّٰہ لو ددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی اقتل کذا الف قتلة وان اللّٰہ یدفع بذلک القتل عن نفسک وعن النفس ھؤلآء الفتیة من اھل بیتک قال و تکلّم جماعة اصحابه بکلام یشبه بعضه بعضا فی وجه واحد فقالو واللّٰہ لا نفارقک ولکن انفسنا لک الفداء نقیک بنحورنا وجباھنا وایدینا فاذا نحن قتلنا کذاوفینا وقضینا ماعلینا۔

(ج۶ص۲۳۹)

ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ ابن عاصم نے کہا ضحاک بن عبداللہ مشرقی کی زبانی، انھوں نے بیان کیا کہ امام کے خطبہ کو سن کر اعزّا و اقارب کے جوابات کے بعد مسلم بن عوسجہ اسدی کھڑے ہوئے اور کہا، کیا بھلا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کو ادا کر کے جواب دہی کا سامان نہ کریں؟ بخدا میں انھیں نیزہ لگاؤں گا یہاں تک کہ ان کے سینوں میں اپنا نیزہ توڑ دوں اور انہیں تلوار لگاؤں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں برقرار رہے اور آپ سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ اگر میرے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا جس سے جنگ کر سکوں تو آپ کی امداد میں پتھروں کی بارش کروں گا یہاں تک کہ آپ کے ساتھ جان بحق تسلیم ہوں اور سعید بن عبداللہ حنفی نے کہا 'بخدا ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ اللہ کے علم میں ثابت ہو جائے کہ ہم نے رسول خداؐ کے بعد آپ کے بارے میں ان کے حق کا تحفظ کیا۔ بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں قتل کیا جاؤں گا، پھر زندہ کیا جاؤں گا پھر زندہ جلا دیا جاؤں گا، پھر میری خاک ہوا میں منتشر کر دی جائے گی۔ یہی میرے ساتھ ستر مرتبہ ہوگا جب بھی میں آپ سے جدا نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ آخری بار بھی مجھے موت آپ کے سامنے آتی۔ پھر میں ایسا اب کیوں نہ کروں گا جب کہ جانتا ہوں کہ یہ ایک دفعہ کا قتل ہونا ہے۔ پھر وہ عزت و راحت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں اور زہیر بن قین نے کہا مجھے تو آرزو ہے کہ میں قتل کیا جاتا پھر زندہ ہوتا۔ پھر قتل کیا جاتا یہاں تک کہ اسی طرح ہزار دفعہ مارا جاتا اور اس ذریعہ سے اللہ قتل ہونے کی مصیبت کو آپ کے اور آپ کے خاندان کے جوانوں کی جان سے رد کر دیتا۔ (ضحاک کا) بیان ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کئی آدمیوں نے اسی سے ملتی جلتی تقریریں کیں اور سب نے یہ کہا کہ بخدا ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے بلکہ ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں گی۔ ہم اپنی گردنیں، پیشانیاں اور ہاتھ آپ کی سپر بنائیں گے۔ ہاں جب ہم قتل ہو جائیں گے تو سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا اور جو فرض ہمارا تھا وہ پورا ہو گیا۔''

ان تقریروں کے آغاز میں ضحاک بن عبداللہ کی سند کے دوبارہ ذکر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان تقریروں کا ذکر حضرت امام زین العابدینؑ والی روایت میں نہیں ہے اور غالباً اسی لئے شیخ مفیدؒ نے ان کا ذکر نہیں کیا مگر امام کی روایت میں بھی اس کی نفی نہیں ہے بلکہ خود حضرت کے بعض فقرات کی طرح جو بنظر اختصار اس روایت میں درج نہیں ہوئے ہیں یہ اجزاء بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیان نہیں کئے گئے۔ لیکن وہ کسی طرح بھی قابل انکار نہیں ہیں۔

لشکر اعداء کے سامنے امام کا خطبہ

صبح عاشور جب صفوف لشکر مرتب ہو چکے، شیخ مفید لکھتے ہیں:-

دعا الحسینؑ براحلته فرکبھا ونادیٰ باعلیٰ صوته یا اھل العراق وھم یسمعون فقال ایّھا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتی اعظکم بما یحق لکم علیّ وحتی اعذر الیکم فان اعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد وان لم تعطونی النصف من انفسکم فاجمعوا رأیکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون ان ولیّ اللّٰہ الذی نزّل الکتاب وھو

يتولیٰ الصّالحين ثم حمد الله واثنیٰ عليه وذكر الله بما هوا اهله وصلی علی النّبی صلی الله عليه وآله وعلی ملٰئكته وانبيائه فلم يسمع متكلّم قطّ قبله ولا بعده ابلغ فی منطق منه ثم قال اما بعد فانسبونی فانظروا من اناثم ارجعوا الی انفسكم وعاتبوها فانظروا اهل يصلح لكم قتلی وانتهاک حرمتی الست ابن بنت نبيّكم وابن وصيّه وابن عمّه واول المؤمنين المصدق لرسول الله صلی الله عليه وآله بماجآء من عند ربّه اوليس حمزة سيد الشهدآء عمی او ليس جعفر الطيّار فی الجنة بجنا حين عمّی اولم يبلغكم ماقال رسول الله صلی الله عليه وآله لی ولا خی هٰذان سيد اشباب اهل الجنّة فان صدقتمونی بما اقول وهو الحق والله ما تعمّدت كذبا مذعلمت ان الله يمقت عليه اهله وان كذبتمونی فان فيكم من ان سألتموه عن ذلک اخبر كم اسألوا جابر بن عبدالله الانصاری وابا سعيد الخدری وسهل بن سعدالساعدی وزيد بن ارقم وانس بن مالک يخبروكم انهم سمعوا هٰذه المقالة من رسول الله لی ولا خی اما فی هٰذا حاجز لكم عن سفک دمی فقال له شمر بن ذی الجوشن هو يعبدالله علیٰ حرف ان كان يدری ما تقول فقال له الحبيب بن مظاهر والله انّی لاراک تعبد الله علی سبعين حرفا وانا اشهد انک صادق ماتدری ما نقول قد طبع الله علی قلبک ثم قال لهم الحسين عليه السلام فان كنتم فی شک من هٰذا افتشكون انی ابن بنت نبيّكم فوالله ما بين المشرق والمغرب ابن بنت نبی غيری فيكم ولا فی غيركم ويحكم اتطلبونی بقتيل منكم قتلته او مال لكم استهلكته او بقصاص جراحة فاخذوا الا يتكلّمونه فنادیٰ يا شبث بن ربعی ويا حجار بن ابجرو يا قيس بن الاشعث ويا يزيد بن الحارث الم تكتموا الیّ ان قد اينعتالثمار واخضرّت الجنّات وانّما تقدم علیٰ جندلک مجنّد فقال له قيس بن الاشعث ماندری ما تقول ولٰكن انزل علی حكم بنی عمّک فانّهم لن يولوک الا ما تحبّ فقال الحسين لا والله لا اعطيكم يدی اعطاء الذّليل ولا افز فرار العبيد ثم نادی يا عباد الله انّی عذت بربّی و ربّكم ان ترجمون اعوذ بربّی وربّكم من كلّ متكبر لا يؤمن بيوم الحساب ثم انّه اناخ راحلته وامر عقبة بن سمعان فعقلها۔

(ارشاد)

حضرت امام حسینؑ نے اپنی سواری کا اونٹ منگوایا، اس پر سوار ہوئے اور با آواز بلند فرمایا اس طرح کہ فوج کے بڑے حصہ تک آپ کی آواز پہنچ رہی تھی کہ اے اہل عراق! اے لوگو! میری بات سنو اور جلدی سے کام نہ لو۔ میں چاہتا ہوں کہ جو تمہارا حق مجھ پر ہے اس کو ادا کردوں اور تمہیں نصیحت کر کے اپنا عذر ختم کروں۔ اس کے بعد اگر تم نے انصاف سے کام لیا تو یہ تمہارے لئے باعث سعادت ہوگا اور اگر انصاف نہ کیا تو پھر جو کرنا ہو وہ کر لینا اور کوئی حسرت دل میں اٹھا نہ رکھنا اور نہ میرے ساتھ مراعات و مہلت دہی سے کام لینا۔ میرا مددگار، وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی تمام نیکوکاروں کا مددگار ہے۔ اس کے بعد آپ نے حمد وثنائے الٰہی ادا کی اور خداوند عالم کے شایاں شان توصیف وتمجید کی اور حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء اور ملائکہ پر درود بھیجا اس شان سے کہ کوئی بولنے والا آپ کے پہلے اور آپ کے بعد فصاحت و بلاغت میں آپ سے بڑھ کر بولتے سنا نہیں گیا۔ پھر فرمایا کہ میرا نسب تو دیکھو، غور کرو، میں کون ہوں۔ پھر ذرا اپنے گریبان میں منھ ڈال کر اپنے افعال کو دیکھو اور سوچو کہ میرا قتل اور میری بے حرمتی کرنا تمہارے لئے مناسب ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسا اور ان کے وصی، چچازاد بھائی اور سب سے پہلے ان پر ایمان لانے والے شخص کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے (باپ کے) چچا اور جعفر طیار جو قدرت کے عطا کردہ بازوؤں سے جنت میں

پرواز کرتے ہیں میرے چچا نہیں تھے؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں جواناں اہل جنّت کے سردار ہیں۔ اب اگر تم مجھ ہی کو سچا سمجھ لو اور حقیقۃً جو میں کہتا ہوں وہ درست ہے اور بخدا میں نے جب سے مجھے معلوم ہے کہ اللہ اسے ناپسند کرتا ہے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، تو خیر، اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھ لو تو تم میں ایسے لوگ ہیں جن سے اگر تم اس کے متعلق دریافت کرو تو وہ تمہیں بتادیں گے۔ پوچھ لو جابر بن عبداللہ انصاری سے، ابو سعید خدری سے، سہل بن سعد ساعدی سے، زید بن ارقم سے، انس بن مالک سے، یہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں نے خود یہ حدیث رسولؐ خدا سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنی ہے۔ کیا یہ تمہیں میری خونریزی سے مانع ہونے کے لیے کافی نہیں ہے؟ شمر نے کہا: 'میں خدا کی ایک حرف پر عبادت کرتا ہوں اگر یہ سمجھ میں آئے کہ آپ کیا کہتے ہیں۔' حبیب بن مظاہر نے کہا: 'بخدا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو اللہ کی ستر حرفوں پر عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ٹھیک کہتا ہے۔ تو نہیں سمجھتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ تیرے دل پر تو خدا نے مہر لگادی ہے۔' پھر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا اگر تمہیں اس میں شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبیؐ کا نواسا ہوں؟ خدا کی قسم مشرق اور مغرب کے درمیان اس امت بلکہ کسی دوسری جماعت میں بھی کوئی نبی کا نواسا موجود نہیں ہے۔ ذرا سوچو تو کیا تم مجھ سے کسی مقتول کے خون کا عوض چاہتے ہو جسے میں نے قتل کردیا ہو یا کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے میں نے تلف کردیا یا کسی زخم کا قصاص چاہتے ہو؟ اب سب خاموش ہوگئے۔ کوئی کچھ نہ بولتا تھا۔ حضرت نے پکارا اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث! کیا تم نے مجھے نہیں لکھا کہ میوے پختہ ہوگئے ہیں۔ باغ سبز وشاداب ہیں اور آپ کی مدد کے لیے ایک تیار لشکر موجود ہے۔ قیس بن اشعث نے کہا: 'ہم نہیں جانتے آپ کیا کہتے ہیں؟ بہرحال آپ اپنے رشتہ داروں کے فیصلہ پر سر جھکا دیں، وہ آپ کے ساتھ کوئی ناپسند برتاؤ کبھی نہ کریں گے۔' حضرت نے فرمایا 'نہیں بخدا میں ذلیل آدمیوں کی طرح اپنے کو تمہارے سپرد نہ کروں گا' اور نہ غلاموں کی طرح فرار کروں گا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے فرمایا 'اے اللہ کے بندو! اللہ سے پناہ مانگنا چاہئے اس وقت سے کہ جب تم مجھے اپنے حملوں کا نشانہ بناؤ۔ میں پناہ مانگتا ہوں ہر اس مغرور سے جو قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کے بعد آپ نے اونٹ کو بٹھالیا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا، انھوں نے لے جاکر اسے باندھ دیا۔

طبری (ج۶ ص ۲۴۳-۲۴۲) میں یہ پورا خطبہ ضحاک بن قیس مشرقی کی زبانی نقل کیا ہے، جس کے الفاظ شیخ مفیدؒ کی بیان کردہ روایت سے بالکل موافق تو نہیں ہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا اختلاف شروع سے آخر تک برابر چلا گیا ہے۔ پھر بھی معنوی فرق بہت کم پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف حسب ذیل ہے:-

(۱) خطبہ کے پس منظر میں دونوں جگہ خیام امامؑ کے سامنے خندق میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھ کر شمر کی جسارت آمیز سخت کلامی اور مسلم بن عوسجہ کا امامؑ سے اجازت طلب کرنا کہ میں اس کو تیر کا نشانہ بنادوں اور امامؑ کا یہ فرمانا کہ میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا، مذکور ہے۔ شیخ مفیدؒ نے اس کے بعد خطبہ کو اس طرح شروع کیا ہے:- **ثم دعا الحسین علیہ السلام براحلته**، پھر حضرت نے اپنی سواری کا اونٹ منگایا۔'' اور طبری نے کہا ہے:- ''**فلما دنا منه القوم دعا براحلته**۔'' جب فوج دشمن امامؑ سے قریب آگئی تو آپ نے اپنی سواری کا اونٹ منگوایا۔''

(۲) ارشاد میں ہے: **نادی باعلی صوته یا اهل العراق وجلّهم یسمعون فقال ایها الناس**۔

طبری میں: **ثم نادیٰ باعلیٰ صوته بصوت عال دعاء یسمع جل الناس ایها الناس**۔

(۳) ارشاد میں ہے: **اسمعوا اقولی ولا تعجلوا حتی اعظکم بما بحق لکم علیّ**۔

طبری میں: **اسمعوا قولی ولا تعجلون حتیٰ اعظکم بما لحق لکم علیّ۔**

یہاں غالباً 'ارشادؔ' کی عبارت صحیح ہے اور طبری میں کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

(۴) ارشاد میں: **حتیٰ اعذر الیکم۔**

دوسری عبارت زیادہ واضح ہے۔

طبری میں: **حتیٰ اعتذر الیکم من مقدمی علیکم۔**

(۵) ارشاد میں: **فان اعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد۔**

طبری میں: **فان قبلتم عذری وصدقتم قولی واعطیتمونی النصف کنتم بذلک اسعد ولم یکن لکم علیّ سبیل۔**

پہلے میں اختصار ہے دوسرے میں الفاظ زیادہ مکمل ہیں۔

(۶) ارشاد میں: **وان لم تعطونی النصف من انفسکم فاجمعوا أرائکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمّۃ۔**

طبری میں: **وان لم تقبلوا منّی العذر ولم تعطوا النصف من انفسکم فاجمعوا امرکم و شرکاء کم ثم لا یکن امرکم علیکم غمّۃ۔**

طبری کے الفاظ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں اس آیت میں جس کا اقتباس کلام امامؑ میں ہے:- **اجمعوا امرکم و شرکاء لکم** ہی کے الفاظ ہیں۔

(۷) ارشاد میں اسی کے بعد حمد وثنائے الٰہی کا ذکر شروع کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کہ **ثم حمد اللہ واثنیٰ علیہ** طبری میں مذکورہ تمہیدی تخاطب کے الفاظ کے بعد لکھا ہے:-

قال فلمّا سمع اخواتہ کلامہ ھذا صحن وبکین وبکی بناتہ فارتفعت اصواتھن فارسل الیھن اخاہ العباس بن علی وعلیا ابنہ وقال لھما اسکتاھن فلعمری لیکثرن بکاؤھن قال فلمّا ذھبا لیسکتاھن قال لا یبعد ابن عباس قال فظنّنا انّہ انما قالھا حین سمع بکاءھن لانہ قد کان نھاہ ان یخرج بھنّ فلمّا سکتن حمد اللہ واثنیٰ علیہ۔

کہا (راوی نے) کہ جب حضرت کی بہنوں نے آپ کی آواز سنی تو صدائے گریہ وشیون بلند کی اور صاحبزادیاں بھی روئیں اور ان کی صدائیں بلند ہوئیں تو حضرت نے اپنے بھائی عباس بن علیؑ اور فرزند علی اکبر کو بھیجا اور ان سے کہا کہ عورتوں کو خاموش کرو آئندہ وہ بہت روئیں گی۔ جب وہ دونوں ان کے خاموش کرنے کے لئے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ خدا ابن عباس کو زندہ رکھے۔ راوی کا قول ہے کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ نے گریہ وبکا کی صدا سن کر یہ فقرہ اس لئے کہا کہ ابن عباس نے آپ کو عورتوں کے ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ جب وہ صدائیں موقوف ہوئیں تو آپ نے حمد وثنائے الٰہی ادا کی۔

اس موقع پر شیخ مفیدؒ کا اس جزء کو نقل نہ کرنا شبہ پیدا کرتا ہے کہ شاید یہ ضمیمہ اس روایت میں الحاقی ہے۔ قابل قبول فقط خواتین سے صدائے گریہ کا بلند ہونا اور حضرت کا جناب عباس و علی اکبر کو ان کے سمجھانے کے لئے بھیجنا ہے۔ اتنا نسوانی فطرت اور مردوں کے حفظ ناموس کے فرائض کے لحاظ سے قرین قیاس معلوم ہوتا ہے مگر اس موقع پر ابن عباس کو یاد کرنا اس بنا پر کہ انھوں نے جو مشورہ دیا تھا اب ان کی رائے کی صحت کا احساس ہو رہا ہے قطعاً غلط ہے۔ ان اہل حرم کا ساتھ ہونا کربلا کے واقعہ کی بنیادی حیثیت سے ایک ضروری کڑی کی حیثیت رکھتا تھا جسے حضرت امام حسینؑ نے جس طرح پہلے ضروری سمجھا اسی طرح وہ بعد میں ضروری ثابت ہوا۔ اس بارے میں اگر غور کرتے تو بعد میں خود ابن عباس کو محسوس ہونا چاہئے کہ انھوں نے رائے غلط دی تھی، نہ یہ کہ ان کی رائے کی صحت کے اعتراف کی امام حسینؑ کو ضرورت پیدا ہو۔

(۸) ارشاد میں حمد وثنائے الٰہی اور صلوات بر حضرت رسالت پناہی کے بعد ہے:- **فلم یسمع متکلم قط قبلہ ولا بعدہ ابلغ فی منطق منہ۔**

طبری میں ہے کہ:- **فذکر من ذلک ما اللہ اعلم وما لا**

يحصیٰ ذكره قال فو اللّٰه ما سمعت متكلّما قط قبله و لا بعده ابلغ فی منطق منه۔

اس سے صرف حمد ونعت میں بسط وتفصیل کا پتہ چلتا ہے کیونکہ راوی کا بیان درج ہے کہ ''حضرت نے اس حمد ونعت میں اتنا کہا جسے اللہ جانتا ہے اور اس کا بیان لفظوں میں نہیں ہوسکتا۔'' بعد کے فقرہ سے جو دونوں کے یہاں مذکور ہے طبری کے یہاں صرف قسم کا اضافہ ہے کہ راوی کہتا ہے ''بخدا میں نے کوئی متکلم نہ اس کے پہلے سنا اور نہ اس کے بعد سے اب تک سنا ہے جو تقریر میں آپ سے زیادہ فصیح وبلیغ ہو۔''

اس سیاق کلام میں جو دونوں میں متحد ہے یعنی حمد وثناء کے بعد ارشاد میں ہے:- **فلم يسمع متكلم قط** اور طبری میں:- **فو اللّٰه ما سمعت متكلّما قط**۔ ان دونوں میں فاء تفریع بتاتا ہے کہ اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ تعریف کا تعلق بعد کے خطبہ کے ساتھ نہیں بلکہ اسی حمد وثناء کے ساتھ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حمد وثناء جب بطور اختصار ادا کی جائے تو اس کے الفاظ ایسے متحد ومحدود ہیں کہ ان میں کوئی خصوصی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ نہیں ہوتا لیکن جب کہ حمد وثناء میں فصاحت و بلاغت کے غیر معمولی طور پر صرف کئے جانے کا اظہار دونوں کے یہاں ہو رہا ہے تو ضرور ماننا پڑے گا کہ اس محل پر کافی بسط وتفصیل سے کام لیا گیا تھا جسے راوی محفوظ نہ رکھ سکا اور یہ ایک علمی خسارہ ہے جس کا ہر ایک صاحب ذوق اور پرستار فضیلت و ادب کو افسوس ہونا چاہئے۔ یقیناً وہ جز خطبہ کا اگر ہم تک پہنچتا تو اس سے الٰہیّات کے ذخیرہ میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے خطبۂ اشباح اور خطبۂ عجیبہ کے ساتھ ایک بیش قیمت اضافہ ہوتا۔

(۹) 'ارشادُ' میں:- **هل يصلح لكم قتلی** اور طبری میں ہے:- **هل يحل لكم قتلی** یہ صرف لفظی فرق ہے جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۱۰) ارشاد:- **اول المومنين المصدّق لرسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و آله و ما جاء من عند ربّكم۔**

طبری:- **و اول المؤمنين باللّٰه المصدّق لرسوله بما جاء به من عند ربه۔**

(۱۱) ارشاد:- **او ليس حمزة سيد الشهداء عمّی۔**

طبری:- **او ليس حمزة سيد الشهداء عم ابی۔**

دوسری لفظیں زیادہ صاف ہیں اگرچہ عرب میں دادا کے بھائی کو بھی ''عم'' کہا جاتا ہے اس لئے پہلے الفاظ بھی درست ہیں۔

(۱۲) ارشاد:- **او ليس جعفر الطيّار فی الجنة بجناحين عمّی۔**

طبری:- **او ليس جعفر الشهيد الطيار ذو الجناحين عمی۔**

اس میں بھی کوئی معنوی فرق نہیں ہے۔

(۱۳) ارشاد:- **او لم يبلغكم ما قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و آله فی و لاخی هذان سيدا اشباب اهل الجنة۔**

طبری:- **او لم يبلغكم قول مستفيض فيكم ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و سلم قال لی و لاخی هذان سيد اشباب اهل الجنة۔**

یہاں طبری کی روایت میں جو اضافہ ہے وہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسنین علیہما السلام کے بارے میں حدیث پیغمبرؐ کہ ''یہ سردار جوانان اہل جنّت ہیں'' عامۃ المسلمین کے درمیان بلا امتیاز فرقہ و جماعت ''مستفیض'' یعنی کثرت کے ساتھ زبانوں پر جاری تھی اور حضرت کا اس حدیث کو کربلا میں پیش کرنا درایۃً بھی اس کا ثبوت ہے کہ وہ یقیناً مستفیض تھی ورنہ اتنے شدید مخالفوں کے اتنے بڑے مجمع میں اس کو پیش نہ کیا جاتا جب کہ صورت واقعہ سے ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک متنفس نے بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ اس حدیث کا پیغمبر خداؐ کی طرف صحیح نسبت رکھنا بالکل متواتر اور قطعی حیثیت رکھتا تھا جس کے خلاف کسی کو جائے دم زدن نہیں تھی۔

(۱۴) ارشاد:- واللّٰہ ماتعمّدت کذبا مذ علمت ان اللّٰہ یمقت علیہ اھلہ۔

طبری:- واللّٰہ ماتعمّدت کذبا مذعلمت ان اللّٰہ یمقت علیہ اھلہ ویضرّ بہ من اختلقہ۔

(۱۵) ارشاد میں ہے: اسألوا جابر بن عبداللّٰہ الانصاری وابا سعید الخدری۔ اسی طرح تمام اصحاب کے نام (و) کے ساتھ ہیں۔

اور طبری میں ہے:- سلوا جابر بن عبداللّٰہ الانصاری او اباسعید الخدری۔ اسی طرح سب نام (او) کے ساتھ ہیں۔

مطلب دونوں کا بظاہر ایک ہے۔ اس لئے اس میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(۱۶) ارشاد:- امافی ھذا حاجز لکم۔

طبری:- افمافی ھذا حاجز لکم۔

سلسلۂ کلام کے لحاظ سے یہ بہتر ہے۔

(۱۷) ارشاد:- فان کنتم فی شک من ھذا فتشکون انی ابن بنت نبیّکم۔

طبری:- فان کنتم فی شک من ھذا القول افتشکون اثوا اما انی ابن بنت نبیکم۔

طبری کی روایت واضح ہے مگر (اثر اما) کا اضافہ سمجھ میں نہیں آتا۔

(۱۸) شمر کی مداخلت پر جو حبیب بن مظاہر نے جواب دیا ہے، اس میں ارشاد میں ہے:- انک صادق ما تدری ما نقول۔ تو سچا ہے، تو نہیں سمجھتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ اور طبری میں ہے:- انک صادق ما تدری ما یقول۔ تو سچا ہے۔ تو نہیں سمجھتا کہ وہ (امام) کیا فرماتے ہیں۔ یہ دونوں لفظیں صحیح ہوسکتی ہیں۔ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ واقعاً انھوں نے کیا لفظ کہی تھی۔

(۱۹) ارشاد میں ہے:- فواللّٰہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبیّ غیری فیکم ولا فی غیرکم۔

(یعنی) بخدا مشرق اور مغرب کے درمیان کسی نبی کا کوئی نواسا میرے سوا نہیں ہے۔ تم میں اور نہ تمہارے سوا (کسی دوسری امت) میں''۔

طبری میں ہے:- فواللّٰہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبیّ غیری منکم ولا من غیرکم۔ یہاں تک تو صرف ایک حرف جرفی اور من کا فرق ہے مگر طبری میں اس کے بعد اس فقرہ کا اضافہ ہے کہ انا ابن بنت نبیّکم خاصۃ (اور پھر) میں (تو) خاص خود تمہارے نبی کا نواسا ہوں''

یہ فقرہ اس محل پر درست معلوم ہوتا ہے۔

(۲۰) ارشاد میں ہے:- ویحکم انطلبونی بقتیل منکم قتلتہ۔

طبری میں ہے:- اخبرونی اتطلبونی بقتیل منکم قتلتہ۔

یہ فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

(۲۱) شبث بن ربعی کے خط کے مضمون میں جو امامؑ نے اپنے خطبہ میں بیان فرمایا تھا، ارشاد کے الفاظ ہیں:- واخضرّت الجنات۔ طبری میں اس کے بجائے:- واخضرّ الجناب ہے اور اس کے بعد اضافہ ہے:- وطمت الاجام یہ ارشاد میں نہیں ہے۔

(۲۲) خط کا خاتمہ ارشاد میں اس فقرہ پر ہے:-

وانّما تقدم علی جند لک مجند۔

طبری میں اس طرح ہے:- وانما تقدم علی جند لک مجند فاقبل۔ یہ اضافہ نامناسب نہیں ہے۔

(۲۳) خط کے مضمون کے بعد طبری میں ہے کہ:-

قالو الہ لم نفعل فقال سبحان اللّٰہ بلی واللّٰہ لقد فعلتم ثم قال ایّھا النّاس اذ کرھتمونی فدعونی انصرف عنکم الیٰ مامنی من الارض قال فقال لہ قیس بن الاشعث او لا تنزل علی حکم بنی عمّک۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے یہ خط نہیں لکھا۔ حضرت نے

فرمایا، سبحان اللہ! بخدا تم نے لکھا تھا۔ پھر فرمایا اے گروہ مردم! جب کہ تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو چھوڑ و مجھے کہ میں واپس جاؤں ایسی جگہ جہاں روئے زمین پر مجھے امن مل سکے۔ یہ سن کر قیس بن اشعث نے کہا کہ آخر آپ اپنے چچازاد بھائیوں کے فیصلہ پر سر تسلیم کیوں نہیں خم کر دیتے۔؟!

ارشاد میں ان لوگوں کے جواب اور پھر حضرت کے اس ارشاد کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ خط کے مضمون کے بعد لکھا ہے: - **فقال له قیس بن الاشعث ماندری ما تقول ولکن انزل علیٰ حکم بنی عمک۔**

(۲۴) ارشاد میں قیس بن اشعث کا کلام درج کیا ہے ان الفاظ میں کہ:- **ماندری ما تقول ولکن انزل علیٰ حکم بنی عمک فانّھم لن یولوک الّا ماتحبّ۔**

طبری میں ہے:- **ولا تنزل علی حکم بنی عمک فانھم لن یروک الّا ما تحبّ ولن یصل الیک منھم مکروہ** مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

(۲۵) قیس بن اشعث کے جواب میں ارشاد میں فقط اتنا ہے:- **فقال الحسین علیہ السلام لا واللّٰہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل۔**

طبری میں ہے:- **فقال له الحسین علیہ السلام انت اخو اخیک اترید ان یطلبک بنو ھاشم باکثر من دم مسلم بن عقیل لا واللّٰہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذّلیل۔**

یہ اضافہ قابل لحاظ ہے چونکہ قیس بن اشعث کا بھائی محمد بن اشعث وہ تھا جو کوفہ میں ابن زیاد کے حکم سے فوج لے کر حضرت مسلم بن عقیل کو قتل کرنے گیا تھا اور اس طرح وہ آپ کی شہادت کا ذمہ دار تھا تو امامؑ نے قیس بن اشعث کی آواز سن کر فرمایا "اچھا تو اپنے بھائی کا بھائی ہے"۔ (یعنی جیسا ظالم اور قسی القلب وہ ہے ویسا ہی تو بھی ہے) کیا تجھے اس سے زیادہ کچھ چاہئے کہ بنی ہاشم مسلم بن عقیل ہی کے خون کے تجھ سے طلبگار ہیں۔"

چونکہ کلام عرب میں ایک گھرانے کے ایک آدمی کے عمل کو دوسرے کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جس کی نظیر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ اس لئے آپ کا مطلب یہ ہے کہ یہی کیا کم ہے کہ تم نے مسلم کا خون بہایا ہے اور وہ تمہارے ذمّے ہے۔ اب کم از کم اس کے بعد مزید مظالم میں تو حصہ نہ لو۔

(۲۶) آخری فقرہ امام کے جواب کا ارشاد میں یہ ہے:- **لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افرّ فرار العبد** (یعنی) "میں کبھی ذلیل شخص کی طرح اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔" اور طبری میں ہے:- **لا اعطیھم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقرّ اقرار العبید** (یعنی) میں کبھی ذلیل آدمی کی طرح اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دوں گا اور غلاموں کی طرح (بے چوں و چرا اطاعت کا) اقرار نہ کروں گا۔"

(۲۷) ارشاد میں جواب کو اتنے فقرہ پر ختم کر کے لکھا ہے:- **ثم نادیٰ یاعباد اللّٰہ انّی عذت بربّی وربّکم ان ترجمون۔** "پھر امامؑ نے پکار کر فرمایا، اے بندگانِ خدا! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تمہارا مورد الزام بنوں۔"

طبری میں **یا عباد اللّٰہ الخ** گزشتہ جواب سے ملا کر لکھا ہے یعنی درمیان میں یہ جملہ کہ "پکار کر فرمایا" نہیں ہے مگر انداز تخاطب کے بدلنے سے ظاہر ہے کہ اس کے پہلے قیس بن اشعث سے مخاطب ہو کر اس کی بات کا جواب تھا اور اس کے بعد پھر مجموع قوم سے تخاطب ہے لہٰذا اسے کچھ آواز بلند کر کے فرمانا بالکل قرین قیاس ہے۔

زھیر بن قین کی تقریر

قال ابو مخنف فحدثنی علی بن حنظلة بن اسعد الشبامی عن رجل من قومه شھد مقتل الحسینؑ حین قتل یقال له کثیر بن عبداللّٰہ الشعبی قال لمّا زحفنا قبل الحسین خرج الینا زھیر بن القین علی فرس له ذنوب

شاک فی السّلاح فقال یا اهل الکوفة نذارلکم من عذاب اللّٰہ نذار انّ حقّاعلی المسلم و نحن حتی الاٰن اخوة علی دین واحدو ملة واحدة مالم یقع بیننا و بینکم السّیف وانتم للنصیحة منّا اهل فاذا وقع السّیف انقطعت العصمة و کنّا امّة و انتم امّة ان اللّٰہ قد ابتلانا و ایّاکم بذریة نبیّه محمّد صلی اللّٰہ علیه وسلم لینظر ما نحن وانتم عاملون انّا ندعوکم الیٰ نصرهم و خذلان الطاغیة عبیداللّٰہ بن زیاد فانکم لا تدرکون منهما الاّ سوء عمر سلطانهما کلّه لیسملان اعینکم ویقطعان ایدیکم وارجلکم ویمثلان بکم ویرفعانکم علیٰ جذوع النخل ویقتلان اماثلکم وقرّاء کم امثال حجر بن عدی واصحابه وهانی بن عروة واشباهه قال فسبّوه واثنوا علی عبیداللّٰہ بن زیادو دعواله وقالوا واللّٰہ لا نبرح حتی تقتل صاحبک ومن معه اونبعث به و باصحابه الی الامیر عبیداللّٰہ بن زیاد فقال لهم عباداللّٰہ انّ ولد فاطمة رضوان اللّٰہ علیها احقّ بالودّ والنّصر من ابن سمیّة فان لم تنصروهم فاعیذکم باللّٰہ ان تقتلوهم فخلّوا بین هذا الرجل وبین ابن عمّه یزید بن معاویة فلعمری ان یزید لیرضی من طاعتکم بدون قتل الحسین علیہ السلام قال فرماه شمر بن ذی الجوشن بسهم وقال اسکت اسکت اللّٰہ نامتک ابرمتنا بکثرة کلامک فقال له زهیر یا ابن البوال علیٰ عقبه ما ایاک اخاطب انّما انت بهیمة واللّٰہ ما اظنّک تحکم من کتاب اللّٰہ آیتین فابشر بالخزی یوم القیامة والعذاب الالیم فقال له شمر ان اللّٰہ قاتلک وصاحبک عن ساعة قال افبالموت تخوّفنی فواللّٰہ الموت معه احبّ الیّ من الخلد معکم قال ثم اقبل علی النّاس رافعا صوته فقال عباداللّٰہ لا یغرّنکم من دینکم هذا الجلف الجافی واشباهه فواللّٰہ لا تنال شفاعة محمد صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم قوماً هرقوا دماء ذریته واهل بیته وقتلوا من نصرهم وذبّ عن حریمهم قال فناداه رجل فقال له ان اباعبداللّٰہ یقول لک اقبل فلعمری لئن کان مومن آل فرعون نصح لقومه وابلغ فی الدّعاء لقد نصحت لهؤلاء وابلغت لو نفع النّصح والابلاغ۔ (طبری، جلد ۶ ص ۲۴۳)

ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے علی بن حنظلہ بن اسعد شامی نے کہا اپنی قوم کے ایک ایسے شخص کی زبانی جو واقعہ کربلا میں موجود تھا جس کا نام کثیر بن عبداللہ شعبی تھا، وہ کہتا ہے کہ جب ہم حسینؑ پر حملہ آور ہوئے تو زہیر بن قین (صف حسینی سے) نکل کر ہمارے سامنے آئے اپنے گھوڑے پر سوار مکمل اسلحۂ جنگ سے آراستہ اور انھوں نے کہا: 'اے اہل کوفہ ڈرو عذاب خدا سے ڈرو یقینا مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے اور ہم ابھی تک بھائی بھائی ہیں ایک ہی دین اور ایک ہی ملّت پر جب تک ہمارے درمیان تلوار نہیں چلی ہے اور تم ابھی ہماری طرف سے نصیحت کے مستحق ہو۔ ہاں جب تلوار چلنے لگے گی تو پھر تعلقات ختم ہوجائیں گے اور ہم ایک امّت اور تم دوسری امت قرار پاجائیں گے۔ یقینا اللہ نے ہماری اور تمہاری آزمائش کی ہے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیؐ کی اولاد کے ساتھ تاکہ ظاہر ہو کہ عمل ہمارا اور تمہارا کیا ہوتا ہے۔ ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تم ان کی مدد کرو اور ظالم عبیداللہ بن زیاد کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو کیونکہ تمہیں اس سے اور (اس کے پہلے) اس کے باپ سے سوا برائی کے کبھی کوئی نتیجہ نہیں مل سکتا ان کے اقتدار کی زندگی بھر۔ وہ تمہاری آنکھوں میں سلائیاں پھر واتے، ہاتھ پیر اور اعضاء قطع کراتے، انہیں سولیاں دلواتے اور تمہارے اچھے آدمیوں اور حافظان قرآن کو قتل کراتے رہے ہیں جیسے حجر بن عدی اور ان کے رفقاء اور ہانی بن عروہ اور ایسے ہی دوسرے لوگ۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر فوج شام کے لوگ انہیں گالیاں دینے لگے اور عبداللہ بن زیاد کی تعریفیں اور اس کے لئے دعائیں کرنے لگے اور کہا بخدا ہم نہ مانیں گے جب تک کہ تمہارے سردار (حسین) اور ان کے ساتھ والوں کو قتل نہ

کریں یا انہیں اور ان کے اصحاب کو زندہ امیر ابن زیاد کے پاس بھیجیں۔ زہیر نے ان سے کہا کہ اے بندگان خدا! اولاد فاطمہ زہراؑ امداد واعانت کی مستحق سمیہ کے فرزند سے زیادہ ہے۔ اچھا اگر تم ان کی مدد نہیں بھی کرتے تو خدا کا واسطہ انہیں قتل تو نہ کرو بلکہ ان کے معاملہ کو براہ راست یزید پر چھوڑ دو۔ وہ اس قتل حسینؑ کے بغیر بھی تم سے خوش رہ سکتا ہے۔ یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن نے انھیں ایک تیر لگایا اور کہا چپ رہو، خدا تمہاری آواز بند کرے۔ تم نے اپنے طول کلام سے ہمیں پریشان کردیا۔ زہیر نے کہا اے جاہل اور وحشی کے بچے! میں تجھ سے بات نہیں کررہا ہوں۔ تو تو جانور ہے۔ بخدا میرے خیال سے تجھے دو آیتیں بھی قرآن کی یاد نہیں ہیں۔ تجھے روز قیامت رسوائی اور عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ شمر نے کہا دیکھو! تھوڑی دیر میں اللہ تمہیں اور تمہارے سردار کو قتل کرادے گا۔ انہوں نے کہا 'تو موت سے مجھے ڈراتا ہے بخدا ان کے ساتھ مرنا مجھے تم لوگوں کے ساتھ حیات جاودانی حاصل کرنے سے زیادہ پسند ہے' اس کے بعد پھر وہ فوج کی طرف مخاطب ہوئے اور بلند آواز سے کہا 'اے بندگان خدا اپنے مذہب کے بارے میں اس جاہل احمق اور اس کے ایسے دوسرے لوگوں کے دھوکے میں نہ آؤ۔ بخدا شفاعت محمد مصطفیؐ ان لوگوں کو نصیب نہیں ہوسکتی کہ جو ان کی اولاد اور اعزاء کا خون بہائیں اور ان کے مددگاروں کو قتل کریں۔' زہیر اتنا کہہ چکے تو ایک شخص نے (اصحاب حسینؑ) میں سے پکار کے کہا کہ حضرت امام حسینؑ فرمارہے ہیں کہ بس چلے آؤ۔ اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کی نصیحت کا حق ادا کردیا اور پوری کوشش سے انہیں حق کی طرف دعوت دی تو یقیناً تم نے بھی انہیں نصیحت کردی اور پوری کوشش صرف کردی مگر یہ نصیحت اور کوشش ہدایت کوئی فائدہ بھی تو رکھے۔

حر کی تقریر

فوج عمر بن سعد سے حر بن یزید ریاحی نے جدا ہوکر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت جہاد حاصل کی اس کے بعد لشکر ابن زیاد کے سامنے جاکر تقریر کی۔ شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں:-

فقال یا اھل الکوفة لامّکم الھبل والعبرا دعوتم ھذا العبد الصالح حتی اذا جاء کم اسلمتموہ وزعمتم انّکم قاتلوا انفسکم دونه ثم عدوتم علیه لتقتلوہ و امسکتم بنفسه واخذتم بکظمه واحطتم به من کلّ جانب لتمنعوہ التوجّه فی بلاد اللہ العریضة فصار کالاسیر فی ایدیکم لا یملک لنفسه نفعا ولا یدفع عنھا ضرّا و حلأتموہ و نسائه وصبیته واھله عن ماء الفرات الجاری یشربه الیھود والنصاری والمجوس وتمرغ فیه خنازیر السواد وکلابه فھاھم قد صرعھم العطش بئس ما خلفتم محمّدا فی ذرّیته لاسقاکم اللہ یوم الظماء فحمل علیه رجال یرمونه بالنبل فاقبل حتی وقف اما الحسینؑ (ارشاد)

انہوں نے کہا اے اہل کوفہ، تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں! کیا غضب ہے کہ تم نے اس نیک کردار بزرگ کو دعوت دی جب وہ آئے تو تم نے ان کو چھوڑ دیا اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ تم ان کے سامنے اپنی جانیں نثار کروگے پھر خود ان ہی کے خلاف قتل کرنے کے لئے دوڑ پڑے اور تم نے ان کی سانس کا راستہ بند کیا، ان کا گلا گھونٹ رکھا اور ان کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے کہ انہیں اللہ کی وسیع وعریض زمین میں کسی طرف جانے کا راستہ نہیں دیتے ہو۔ وہ تمہارے ہاتھ میں مثل قیدی کے بے بس ہوگئے ہیں کہ نہ اپنے نفع کا کوئی سامان کرسکتے نہ ضرر کو دفع کرسکتے ہیں اور تم نے انہیں، ان کی عورتوں، بچوں اور تمام اعزّاء کو روک رکھا ہے اس بہتی فرات کے پانی سے جسے یہودی، عیسائی اور مجوسی اور عراق کے سور اور کتے تک بھی پیتے اور لوٹتے ہیں اب ان لوگوں کا یہ عالم ہے کہ پیاس نے انہیں زمین پر ڈال دیا ہے۔ کیا برا تم نے سلوک کیا ہے محمد مصطفیؐ کی اولاد کے ساتھ خدا کرے تمہیں قیامت کی پیاس میں سیراب ہونا نصیب نہ ہو۔

تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ کچھ لوگوں نے ان پر تیروں سے حملہ کردیا۔ وہ وہاں سے ہٹ کر پھر امامؑ کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔

طبری نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے ۔ جلد۶، ص۲۴۵۔اس میں اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کی روایت میں جزئی اختلافات ہیں جوحسب ذیل ہیں:-

(۱) ارشاد میں ہے:-ادعوتم هذا العبد الصالح حتی اذا جاء کم اسلمتموہ۔

طبری میں ہے:- اذا دعوتموہ حتی اذا تاکم اسلمتموہ۔

(۲) ارشاد میں ہے:-و امسکتم بنفسه۔

طبری میں ہے:-امسکتم بنفسه۔ (واؤ نہیں ہے)

(۳) ارشاد میں ہے:- واحطتم به من کلّ جانب لتمنعوہ التوجه فی بلاد اللّٰہ العریضة فصار کالا سیر فی ایدیکم۔

طبری میں ہے:-واحطتم به من کل جانب فمنعتموہ التّوجه فی بلاد اللّٰہ العریضة حتّی یأمن ویأمن اهل بیته واصحب فی ایدیکم کالاسیر۔

(۴) ارشاد:- لا یملک لنفسه نفعا ولا یدفع عنها ضرّا۔

طبری:-لا یملک لنفسه نفعا ولا یدفع ضرّا۔

(۵) ارشاد:-وحلأتموہ و نساؤ و صبیته واهله عن ماء الفرات۔

طبری:-وحلأتموہ وہ نساؤ واصبیته واصحابه عن ماء الفرات۔

(۶) ارشاد:- الجاری یشربه الیهود والنّصاریٰ والمجوس۔

طبری:- الجاری الذی یشربه الیهود والمجوس والنصرانی۔

(۷) ارشاد:-فهاهم قد صرعهم العطش۔

طبری:-وهاهم قد صرعهم العطش۔

(۸) ارشاد میں تقریر ختم ہوگئی ہے اس فقرہ پر کہ لاسقاکم اللّٰہ یوم الظّمأ۔

طبری میں ہے:-لاسقاکم اللّٰہ یوم الظّماء ان لم تتوبوا وتنزعوا عما انتم علیه من یومکم هٰذا فی ساعتکم هٰذہ۔

(۹) تقریر کے بعد ارشاد میں ہے:- فحمل علیه رجال یرمونه بالنّبل کچھ لوگوں نے تیروں سے حملہ کردیا۔

طبری میں:-فحملت علیه رجالة لهم ترمیه بالنبل۔ فوج دشمن کے کچھ پیادوں نے تیرلگانا شروع کردیئے۔

یہ تمام ایسے جزئی اختلافات ہیں کہ ان سے اصل معنی پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

حنظلہ بن اسعد کا مخاطبہ

حنظلہ بن اسعد شبامی حافظ قرآن مجید تھے۔ان کا مخاطبہ بھی آیات قرآن ہی کے ساتھ تھا۔طبری نے لکھا ہے:-

جاء حنظلة بن اسعد الشبامی فقام بین یدی الحسین فاخذ ینادی یا قوم انّی اخان علیکم مثل یوم الاحزاب مثل دأب قوم نوح و عاد ثمود والذین من بعد هم وما اللّٰہ یرید ظلما للعباد ویاقوم انی اخاف علیکم یوم القناد یوم تولّون مدبرین مالکم من اللّٰہ من عاصم ومن یضلل اللّٰہ فما له من هادیا قوم لا تقتلوا حسینا فیستحکم اللّٰہ بعذاب وقد خاب من افتری فقال له الحسین یابن اسعد رحمک اللّٰہ انّهم قد استوجبوا العذاب حین ردّوا علیک ما دعوتهم من الحق ونهضوا الیک لستبیحوا دم اصحابک فکیف بهم الأن وقد قتلوا اخوانک الصالحین۔ (جلد۶ ص۲۵۴)

حنظلہ بن اسعد شبامی آئے اور امامؑ کے سامنے کھڑے ہوئے اور پکار کر کہنے لگے (آیات قرآنی جن کا ترجمہ یہ ہے) ''اے قوم میں تمہارے لئے ڈرتا ہوں معتوب گروہوں کے

انجام سے جیسے قوم نوح اور عاد و ثمود اور جوان کے بعد تھے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور اے قوم! میں تمہارے لئے ڈر رہا ہوں روز قیامت کے ہول سے جس وقت تم بھاگ رہے ہوگے مگر خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے اللہ گمراہ چھوڑ دے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہوسکتا۔'' اس کے بعد کہا 'اے قوم! حسینؑ کو قتل نہ کرو، نہیں تو اللہ تمہیں عذاب کا مستوجب کردے گا اور افترا پرداز ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔' امام حسینؑ نے فرمایا 'اے ابن اسعد! اللہ اپنی رحمت تمہارے شامل حال کرے، عذاب کے مستحق تو یہ اسی وقت ہوگئے کہ جب انہوں نے تمہاری دعوت حق کو ٹھکرا دیا اور تمہارے خلاف چڑھ دوڑے اس مقصد سے کہ تمہارا اور تمہارے اصحاب کا خون بہائیں، حالانکہ انہوں نے اب تو تمہارے نیک بھائیوں کو قتل بھی کردیا ہے۔

شہید کربلا کی آخری تقریر

یہ تقریر ایسے نازک موقع پر ہوئی تھی جب کسی دوسرے مقرر کی نہ زبان میں طاقت ہوسکتی تھی، نہ دل میں کہ وہ اس وقت ایک جملہ بھی بطور تقریر کے کہہ سکے یہ وہ موقع ہے جب مجاہد کربلا پشت فرس سے روئے زمین پر آچکا ہے۔ دل پر تو سو ڈیڑھ سو داغ تھے ہی اب جسم پر سیکڑوں زخم بھی لگ چکے ہیں۔ طبری نے لکھا ہے:-

قال ابو مخنف حدثنی الصقعب بن زهیر عن حمید بن مسلم قال كانت علیه جبة من خز و كان معتما و كان مخضوبا بالوسمة قال و سمعته یقول قبل ان یقتل و هو یقاتل علیٰ رجلیه قتال الفارس الشجاع یتقی الرّمیة ویفتر من العورة ویشد علی الخیل و هو یقول اعلیٰ قتلی تحاثون اما واللّٰه لا تقتلون بعدی عبدا من عباداللّٰه اللّٰه اسخط علیكم بقتله منی و ایم اللّٰه انی ارجوان یكرمنی اللّٰه بهوانكم ثم ینتقم لی منكم من حیث لا تشعرون اما واللّٰه ان لو قد قتلتمونی لقد القی اللّٰه باسكم بینكم و سفک دمائكم ثم لا یرضی بكم بذلک حتی یضاعف لكم العذاب الالیم۔

ابومخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے کہا حمید بن مسلم کی زبانی (حمید سے کس نے بیان کیا؟ اس کا ذکر نہیں ہوا ہے کیونکہ خود حمید واقعۂ کربلا میں موجود نہ تھے) کہا (راوی نے) کہ حضرت (روز عاشور) ایک خز کا جبّہ پہنے تھے اور عمامہ باندھے تھے اور وسمہ کا خضاب لگا ہوا تھا کہا 'میں نے سنا آپ کو کہ آپ شہید ہونے کے قبل کہہ رہے تھے اس حالت میں کہ جب پیادہ پا ایک نہایت بہادر شہسوار کی طرح جنگ کررہے تھے۔ حربوں کو بچاتے تھے اور دشمن پر ہر مناسب موقع پر وار بھی کرتے تھے اور سواروں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے ''تم میرے قتل پر باہم ایک دوسرے کو ترغیب دے رہے ہو؟! بخدا مجھ سے بڑھ کر کوئی ایسا نہ ہوگا جس کے قتل کرنے پر اللہ ناراض ہو۔ بخدا میں امید کرتا ہوں کہ تمہاری اس تذلیل و توہین کی بدولت خدا مجھے عزت دے گا۔ پھر تم سے میرا بدلا لے گا اس طرح کہ تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔ بخدا جب تم مجھے قتل کرلو گے تو خود تم میں پھوٹ پڑ جائے گی اور تم میں خونریزی ہوگی۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ عذاب دردناک (آخرت کا) بھی سامنے آئے گا۔

کربلا کے بعد مستقبل نے حضرت امام حسینؑ کے ایک ایک حرف کی تصدیق کردی۔

۞۞۞